ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاوّل : ۱۴۱۴ھ
نومبر : ۱۹۹۳ء

اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو، تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا، اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار۔ —— سورۃ حجرات، پ۲۶، آیت ۱۳

احرار جگر دار

احرار آزادی کے علمبردار ہیں اور عالم اسلام کی ترقی کے خواہاں۔ اس بناء پر محبانِ وطن کیلئے زندگی کی روح اور دشمنانِ دین کی نظروں میں خار کی طرح ہیں۔ احرار شورائی نظام کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک باہمی مشاورت، ترقی کی بہترین ضمانت ہے ہم بات بات میں مشورہ کرتے ہیں۔ اور پھر جماعتی فیصلہ پر مضبوطی سے قائم رہے ہیں۔ ہم میں برسوں سے برادرانہ روابط قائم ہیں۔ اسلئے مخالفت کے طوفانوں میں چٹانوں کی طرح قائم رہے ہیں۔

مجلس احرار غریبوں کی جماعت ہے۔ اور اس کیلئے خدا خود میرِ سامان ہے۔ غیر ہمدرد نکتہ چیں ہماری حوصلہ مندیوں کا طنزاً ذکر کرتے ہیں۔ وہ ایسا کرتے وقت یہ بھول جاتے ہیں۔ کہ کرگس شاہسواروں کا پتہ دیتی ہے۔ ہم نے چند سالوں میں ایک مہتمم بالشان کام کیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے پوری توقع ہے کہ ملک کی تقدیر میں خوشگوار انقلاب پیدا کرنے میں ہماری قربانی سب سے اہم چیز ثابت ہوگی۔ دولتِ دنیا کی کمی ان لوگوں کی ہمتوں کو کہاں تک پست کر سکتی ہے جو دل و دماغ کی دولت سے مالامال ہوں۔

مجلس احرار میں خطیب، ادیب، عالم اور شاعر شامل ہیں اور مسلسل قربانی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بغیر قربانی کے، علم اور دولت بے حجاب سیپ ہے۔ ملک کو جو کچھ بھی ملا قربانی سے ملا اور جو کچھ ملے گا وہ بغیر قربانی کے نہیں ملے گا۔ یہ امر ہمارے لیے کم اطمینان کا باعث نہیں کہ ملکی قربانیوں کے سلسلے میں ہمارا حصہ کسی سے کم نہیں۔

اے میرے عزیز کارکنانِ احرار! اپنے ارادوں کو قوی رکھو، ہمتوں کو پست نہ ہونے دو۔ کم ہمت اور مردہ دلوں کی باتیں نہ سنو، اربابِ عزم کی کہانیاں پڑھو، خدا ہمت میں برکت دے گا۔

مفکر احرار

چودھری افضل حقؒ

خطبۂ صدارت پنجاب پراونشل احرار کانفرنس امرتسر

۸ مئی ۱۹۳۶ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ نومبر ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۱۱ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مُدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ◉ قمر الحسنین

خادم حسین ◉ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ◉ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◉ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◉ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم ــ مہربان کالونی ــ ملتان ــ فون ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اِداریہ :	دل کی بات	مُدیر	۳
برسبیلِ تذکرہ :	عُلما، جمہوریت، کچھ تو سُنیئے کہ لوگ کہتے ہیں۔	سیّد عطاء المحسن بخاری	۵
خِطاب :	پاکستان کا سیاسی و معاشی عدمِ استحکام	سیّد عطاء المؤمن بخاری	۸
تجزیہ :	جمہوری کلچر اور نیو سوشل کنٹریکٹ	قمر الحسنین	۱۵
دین و دانش :	پردہ کیوں ؟	مُفتی محمد سلمان منصور پوری	۱۹
تاریخ :	ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار	حکیم محمود احمد ظفر	۲۳
تحقیق :	ایک شیعہ کے تیس سوال اور اُنکے جوابات	مُفتی ابو مُعاویہ منظور احمد	۳۰
مُشاہداتِ مغرب :	قادیانی فتنے کی نئی شر انگیزیاں	جاوید اقبال خواجہ	۳۴
شفاف آئینہ :	آتے آتے ... جاتے جاتے	سیّد محمد ذوالکفل بخاری	۳۶
لمحۂ فکریہ :	بدعہدی کی سزا	خاموش مبلّغ	۳۹
نقد و نظر :	جماعتِ اسلامی سے اِسلامی فرنٹ تک	شمس الاسلام بہاری	۴۰
طنز و مزاح :	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۴۱
تبصرۂ کتب :	حُسنِ انتقاد	ذوالکفل بخاری	۴۳
شاعری : (نظم)	وجدانیات	مولانا عبدالکریم صابر	۳۵
" "	عورتوں کی اسمبلی	مجید لاہوری	۴۴
" "	اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں	پروفیسر محمد اکرام تائب	۴۶
" غزل	———	پروفیسر عابد صدّیق	۴۸
حُسنِ انتخاب :	پاکستان میں نفاذِ شریعت اور جمہوری مولوی	ڈاکٹر سیّد عبدالودود	۴۷
ترحیم :	مسافرینِ آخرت	(ادارہ)	۴۵

دل کی بات

"شفاف انتخابات کا طے شدہ کھیل" اپنے انجام کو پہنچا۔ اور بھٹو کی بیٹی "جمہوریہ پاکستان" کی وزارت عظمیٰ کے منصب جلیل
پر فائز ہوگئی۔ اس کھیل میں ہارنے والے ابھی تک اپنی اپنی شکست کے اسباب پر غور کر رہے ہیں لیکن یہ امر بھی کتنا مضح
خیز ہے کہ بعض شکست خوردہ اپنی ناکامی کو عارضی قرار دیکر "بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" کے مصداق حقیقتاً لا
بننے کی خوش فعلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور لایعنی تاویلات کا سہارا لیکر پھر اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ہمارے لے
موجودہ انتخابی نتائج کوئی غیر متوقع نہیں تھے۔ مگر جو لوگ خوش کن توقعات کے جنون میں مبتلا تھے ان کا نشہ یقیناً ہرن ہوگ
ہے۔ انتخابی نتائج کے بعد "دینی جماعتوں کا کردار" سیکولر، صحافیوں، کالم نگاروں اور سیاست دانوں کا سب سے بڑا موضو
رہا ہے۔ اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے بھی اس کو خاص اہمیت دی۔ ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے پہلی مرتبہ یہ بات کہی گ
کہ پاکستان کی سیاست سے دینی قوتوں کا "ہوّا" ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ تجزیہ درست نہیں، دین پس
قوتوں کے ایک مختصر گروہ نے انتخاب میں حصہ لیا اور دین کا حقیقی کام کرنے والے ان لوگوں کی ذلت و رسوائی کا سبب
بنے جو تعداد میں بھی ان سے زیادہ ہیں اور انہوں نے ووٹ کا حق بھی استعمال نہیں کیا بہرحال ہر ایک نے جی بھر کے دی
والوں کا تمسخر اڑایا۔ اور یہ انکا جمہوری حق تھا، سو انہوں نے استعمال کیا۔ اس پر کم از کم اُن دینی جماعتوں کو برہم نہیں ہو
چاہیئے جنہوں نے اسلام میں جمہوریت کی پیوند کاری کا مکروہ کاروبار کیا ہے۔

قارئین گواہ ہیں کہ ہم انہی صفحات میں روز اول سے لکھتے آئے ہیں کہ جمہوریت کافرانہ نظام ریاست وسیاست ہے۔
اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، انتخابات نفاذ اسلام کا ذریعہ نہیں بلکہ رکاوٹ ہیں۔ جمہوری نظام کا حصہ بن کر نفاذ اسلام کی
جدوجہد کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں۔ اسلام کا نفاذ اسی طریقہ سے ممکن ہے جو نبی
اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا۔ مگر ہمارے اس واضح اور مبنی برحق موقف کو نہ صرف رد کیا گیا بلک
استہزا کیا گیا۔ جب حالات نے ہزیمت سے دوچار کیا تو جمہوریت کے علمبردار علماء، دینی جماعتوں اور کارکنوں نے اپنے
موجودہ سیاسی کردار کے حق میں یہ دلیل پیش کی کہ "ہر چند ہم جانتے ہیں کہ موجودہ نظام جمہوریت شیطانی اور کفریہ نظا
ہے مگر ہم اس نظام اور اس کے تحت قائم اداروں میں گھس کر اس کا راستہ روکنا چاہتے ہیں اور کفر و شیطنت کے غلبہ کی رفتا
کو کم کر کے درمیانی مہلت میں اسلام کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ موقف بہ ظاہر بڑا خوش کن، موثر اور وزنی معلوم ہوتا ہے مگر اپنے نتائج کے اعتبار سے نہایت سطحی اور حقیر ثابت
ہوگیا ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں بھی عرض کیا تھا کہ اس کڑوی گولی کو تب ہی نگلا جاسکتا ہے جب آپ کے پا
ایک تربیت یافتہ جماعت موجود ہو جو ان جمہوری اداروں میں گھس کر ان کی کایا پلٹ دے۔ اور اس کے ساتھ سا
زبردست افرادی قوت بھی موجود ہو جو کسی بھی ممکنہ رکاوٹ کو دور کر سکے۔ ورنہ یہ زیادہ مہلک ثابت ہوگی۔ چنانچہ وہی ہوا
جمہوریت کو حرز جاں بنانے والے غیر تربیت یافتہ علماء اور کارکن جب اس نظام کا حصہ بنے تو اسلام کے مبلغ بننے
بجائے جمہوری مفادات کے اسیر ہو کر اسی کے مناد بن گئے۔ اسلام ان کا مقصود ہی نہ رہا۔

جمہوریت کے علمبردار علماء کے اسی طرز عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ
علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا "ان کا مقصود دین نہیں دنیا ہے، اسلئے ان کے ذریعے اسلام کبھی نہیں آسکتا" تب اُن
...وں سے آنسو جاری ہوگئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کے اسیر علماء اور دینی جماعتیں پاکستان میں اسلام کا مقدمہ خراب کرنے کی ذمہ
ہیں۔ کیا ۱۹۵۸ء سے ۱۹۹۳ء تک کے انتخابی جمہوری تجربے نے اُن کی آنکھیں نہیں کھولیں؟ ماضی میں اگر ان کی قوت، دشمن
کے لئے خطرہ تھی تو حال نے دشمن کا راستہ کافی حد تک صاف کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانے کا آدھ

سے زیادہ کام مکمل کرلیا گیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بار بار کی شکست و ریخت کے بعد بھی یہ لوگ بے نظیر کے ذریعے لفاذِ اسلام کے عمل کی تکمیل کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ یا للعجب!

وہ کریں گی خیر سے قائم لظامِ اسلام کا

ہم آج پھر اپنے موٗقف کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے مکرر عرض کرتے ہیں کہ اگر جمہوریت سے مفاہمت و معانقہ کی یہ روش ترک نہ کی گئی تو مستقبل میں اس سے زیادہ ذلت و نکبت سے دوچار ہوں گے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں سیکولر جماعتیں ہیں اسلام ان کے سیاسی نظام اور مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پینتالیس سال کے طویل اور تلخ تجربہ کے بعد بھی اگر دین پسند جماعتیں ان سے اور ان کے پسندیدہ نظامِ جمہوریت سے اچھی توقعات وابستہ کرتی ہیں تو پھر اسے ایمان کی جانکنی اور شعور کی موت کے سوا دوسرا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

حل ایک ہی ہے جو شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمتہ اللہ علیہ نے مالٹا کی طویل قید سے رہائی کے بعد تجویز فرمایا تھا "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآنِ کریم کی تعلیم اور دعوت کو عام کیا جائے اور اسکے لئے زیادہ سے زیادہ مدارس قائم کئے جائیں" (مفہوم)

ماضی کے علماء نے اس پر عمل کیا تو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ رجالِ کار بھی پیدا ہوئے اور کام بھی آگے بڑھا۔ مگر جب سے مدارس میں قرآن کی دعوت و تعلیم کی بجائے شخصیت سازی اور سیاسی جتھہ بندی کا مذموم عمل شروع ہوا، نہ رجالِ کار پیدا ہوئے اور نہ اسلاف کی طرز پر دین کا کام ہوا۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں اور دینی مدارس نسلِ نو کے لئے حقیقی تربیتی ادارے بن جائیں۔ نژادِ نو کو عصری علوم و فنون اور سیاسی نظاموں سے آگاہ کیا جائے۔ یہیں فکری و ذہنی تربیت کی جائے اور اسلامی انقلاب کے لئے مطلوبہ افراد کی تربیت یافتہ جماعت تیار کرکے اُسے بے دینی کے محاذ پر مورچہ بند کردیا جائے۔ پھر اخلاص کے ساتھ لفاذِ اسلام کی جنگ کیجئے۔ اللہ ضرور مدد فرمائے گا اسلئے کہ اس کا وعدہ ہے۔

کشمیر کا المیہ

کشمیر میں پھر آگ اور خون کا کھیل عروج پر ہے۔ بھارتی درندے نہایت سفاکی کے ساتھ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور مجاہدین بڑی بے جگری سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اللہ کرے اُن کی قربانیاں رنگ لائیں اور وہ آزادی سے ہمکنار ہوں۔ خدشہ یہ ہے کہ امریکہ ان قربانیوں کو بھی اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیگا۔ حال ہی میں امریکہ نے بھارت کو متنبہ کیا ہے کہ "کشمیر اس کا اٹوٹ انگ نہیں" اور امریکہ کو موجودہ صورت حال پر تشویش ہے امریکہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے"۔ ماضی میں بھارت کی حمایت کرنے والا امریکہ یکایک اس کے خلاف کیوں ہوگیا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ خدشہ یہی ہے کہ جس طرح امریکہ نے فلسطین کا مسئلہ حل کیا ہے اسی طرح کشمیر کا بھی کرے گا۔ اور یہ کشمیریوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوگا۔ فی الحال تو سوال آزادی کا ہے۔ یہ کشمیریوں کا حق ہے کہ وہ آزادی کے بعد اپنے لئے کس طرح رہنا اور کس کے ساتھ جانا پسند کرتے ہیں۔ (اقوام متحدہ انہیں یہ حق دے چکی ہے) مگر انہیں یہ حق نہیں دیا جارہا ہے اور اُن کے مستقبل کے فیصلے بھی واشنگٹن میں کئے جارہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کی تاریخ پھر دہرائی جارہی ہے۔ یعنی آزادی کے نام پر ایک اور غلامی کی طویل زنجیر تیار کی جارہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت یہ کام برطانیہ کرتا تھا اب امریکہ کررہا ہے۔

مسلمانوں کا یہ قتلِ عام، بنیادی حقوق کی پامالی اور مظالم کا دل دوز تسلسل پورے عالم اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر عالم اسلام نے کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر حالیہ مجرمانہ خاموشی جاری رکھی تو ایسا برا وقت ان پر بھی آسکتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک مل بیٹھ کر اس اہم مسئلہ کا حل ڈھونڈیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی بروقت مدد کرکے انہیں ظلم سے نجات دلائیں اور آزادی سے ہمکنار کریں۔

برسبیلِ تذکرہ

سید عطاء المحسن بخاری

عُلماءِ جمہوریت ---- کچھ تو سُنئے کہ لوگ کہتے ہیں -!

آپ علماءِ حق نہیں بلکہ علماء سوء ہیں

آپ سیاسی جنونی ہیں

آپ جمہوری تماشا ہیں

آپ درختِ بے برگ و ثمر اور شجرِ بے سایہ ہیں

آپ پلانٹڈ "بزرگ" ہیں

آپ بے برگ و بار، جمہوری توشۂ سیاست ہیں

آپ اصلاً راگی ورودگی ہیں

آپ کہیں قل اعوذیئے تو نہیں؟

آپ کائی لگے گھڑے کا پانی نوشِ جان کرنے والے ہیں

آپ مروجہ روٹی توڑ، حلوہ خور، اور صفِ ماتم کے منتظرین میں سے ہیں

آپ "کمپلیکسز" کا "صیدِ زبوں" ہیں

آپ لگتے تو نہیں، مگر ہوسکتا ہے وہ علماء جمہوریت آپ ہی ہوں جنکے بارے میں کسی دل جلے نے کہا تھا

دینکم دنانیر کم - وقبلتکم نسائکم - ومعبود کم تحت قدمی

آپ کا دین دولت

آپ کا قبلہ عورت

آپ کا معبود حکومت (کہیں سے اور کسی طریقہ سے ملے)

آپ اپنی دنیاوی محرومیوں اور کمیوں کو پورا کرنے کے لئے سیاستدانوں کے ہمراہ جمہوریت کے گناہِ بے لذت میں شریک ہیں۔

گوشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

آپ اسلاف کی کمائی لٹانے والے اخلافِ گم کردہ راہ ہیں

آپ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، احمد اللہ شاہ شہید اور حافظ ضامن شہید کے نقشِ کفِ پا بھی نہیں۔

آپ نے جمہوریت کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منصبِ عالی کو ترک کیا۔

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے کہ تری جلوہ گہ نہ ہو

آپ نے یہود و نصاریٰ کے علماء احبار و رھبان سے مشابہت و مماثلت پیدا کرنے میں ید طولیٰ حاصل کیا

آپ نے ڈیموکریسی قبول کی اور اسلام کو کسی دوسری فرصت کے لئے اٹھا رکھا حالانکہ آپ کو اسلام نے آپ کے ہر اقدام پر آواز دی

تم سے کہیں ملا ہوں مجھے یاد کیجئے
بھولی ہوئی صدا ہوں مجھے یاد کیجئے

(مسجد و خانقاہ اور مدارس میں! پارلیمنٹ میں نہیں)

آپ پجارو کلچر کے دلدادہ و عاشق زار ہیں

آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم جمہوریت کے ذریعے اسلام لائیں گے

عہدِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر ۱۸۸۰ء تک کبھی جمہوری بیساکھیوں سے اسلام آیا؟ اسلام کا اپنا دعویٰ ہے کہ وہ جب بھی آیا جہاں بھی آیا امر بالمعروف نہی عن المنکر کے عملِ قوی اور جہاد سے آیا

آپ نے اپنے عملِ ضعیف و مکروہ سے اسلام کا یہ دعویٰ بھی جھٹلایا

آپ جمہوری کلچر اور نیو سوشل کنٹریکٹ کے نخچیر ہیں

زندگی جہدِ مسلسل کا نام ہے مفاہمت کا نہیں

دوسرے لفظوں میں دین کفر کے خلاف مزاحمت سکھاتا ہے مفاہمت نہیں

ولاتطع الكفرين و جاهدهم به جهاداً كبيراً

اور کافروں کی اطاعت نہ کرو اُن سے بہت بڑا جہاد کرو

آپ نے الیکشن پسند فرمایا۔ اسکی تعبیر نکالی، تاویل ڈھالی اور کافروں کی اک گونہ اطاعت کی

خدا نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

آپ نے جدید نظام ریاست و سیاست سے متعہ کیا ہے

صحن مسجد میں دین چھوڑا ہے
میرے دیندار کیا کہئے

آپ نے بے نظیر اور نواز شریف کو ووٹ نہیں دیا لیکن جمہوریت قبولِ خاطر کی پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کی یہ روش کیا جمہوریت بھی ہے؟

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے دیں

آپ نے حال ہی میں پھر فتویٰ داغا ہے جسکا مفہوم یہ ہے "کہ عورت کا حکومت کرنا سنت گناہ ہے، کس نظام میں؟ جمہوریت میں یا اسلام میں؟ آپ کس کے نمائندے ہیں؟ جمہوریت کے یا اسلام کے؟ عورت کا ناچنا، گانا، فلموں، ڈراموں تھیٹروں میں مختلف کردار اپنا کر کام کرنا، بحالیٔ جمہوریت کی تحریک میں علماء جمہوریت کے شانہ بشانہ، پہلو بہ پہلو برابری کی بنیاد پر جدوجہد کرنا سیلز گرل، کال گرل بننا، ایڈورٹائزمنٹ کے شعبہ میں اشتہار بننا (حتیٰ کہ نہانے

،صابن کا اشتہار بھی عورت ہے جو نہا کے دکھاتی، نہاتی اور آپ سے پوچھتی ہے کہ)
، طبقۂ فتویٰ بازان کیا یہ سب کام گناہ نہیں؟ اور سخت گناہ نہیں؟ تو پھر آپ قیام پاکستان سے اب تک
بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرضِ منصبی سے غافل کیوں ہیں؟
، مفتیٔ پاکباز! حکومت کرنا ان گناہوں سے بڑا گناہ تو نہیں
، تلقین و ترغیب اور فتاویٰ چہ معنی دارد

آپ اپنی دنیا کو مُرقعِ حسن و جمال بنانے کے لئے دین کے پیوند لگاتے ہیں (اور اس عمل بد کے نتیجے میں) پھر نہ دنیا باقی رہتی ہے نہ اس کا حسن و جمال اور نہ پیوند

نرقع دنیا نابتمزیق دیننا　　فلایبقیٰ دیننا ولا ما نرقعُ

نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو

مُبارکباد

"راقم ۱۹۹۳ء کے انتخابات کے نتائج پر پاکستان اسلامی فرنٹ کے سربراہ قاضی حسین احمد اور ان کے معاونین اور اسلامی جمہوری محاذ کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقاء کار کو بطور خاص ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ ان بزرگان نے اپنا ہدف حاصل کرلیا ہے یعنی ایک منتخب جمہوری حکومت کو قبل از وقت ملکی خدمات سے محروم کرکے اقتدار اعلیٰ کا تاج ایک مغربی ذہنیت کی حامل عورت کے سر پر رکھدیا ہے اس تبدیلی سے دین، ملت، ملک اور قوم پر جو بیتے گی وہ مستقبل کا مورخ رقم کرے گا تاہم مقامِ مسرت ہے کہ دینی و مذہبی جماعتوں نے اپنا گوہر بے نظیر پالیا ہے"　　فالی اللہ المشتکیٰ

محمد ازہر مدیر ماہنامہ "الخیر"
جامعہ خیر المدارس ملتان

○ معاصر عزیز "الخیر" کے فاضل مدیر اور ہمارے محترم دوست نے اپنی زہر خندانہ مبارکباد کو صرف قاضی صاحب اور نورانی صاحب تک محدود رکھ کر اپنی انصاف پسندی اور حق گوئی کا ثبوت دینے کی نیم دلانہ کوشش فرمائی ہے۔ جبکہ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق اور مولانا اعظم طارق نے اپنے اپنے دائرہ کار میں اسلام کی سربلندی کے لئے جو مساعیٔ جمیلہ فرمائی ہیں، ان کا اعتراف و اظہار نہ کرنا بھی تو "شرعِ جمہوریت" کی رو سے خیانت ہے!　　(ادارہ)

خطاب : ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری   ناقل : مہدی معاویہ

پاکستان کے سیاسی و معاشی عدم استحکام کا اصل سبب نظامِ جمہوریت ہے

قسط نمبر ۲

اسلام ابدی و آفاقی دین ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے ہے جب تک اس کرہ ارض پر اللہ کو انسان کا زندہ رکھنا مطلوب و مقصود ہے اس کی دنیاوعقبیٰ کی کامیابی کا مدار اللہ کے احکامات پر ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کرکے ہی حاصل کرنا ہوگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔

پاکستان اور دنیا بھر کا سیاسی و اقتصادی نظام مکمل طور پر کافرانہ ہے اس میں کفار نے اپنے مفادات رکھے ہیں کفر کے غلبہ کے لئے قانون سازی کے ذریعے تمام راستے بنائے ہیں وہ نظام جو انسانوں کی رائے کے ساتھ تشکیل پاتا ہو وہ اس نظام کیساتھ کیسے کہیں مل سکتا ہے جس میں سارا کچھ محض اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ ایک آدمی دو لاکھ آدمیوں کا ووٹ لیکر اسمبلی میں جاتا ہے ان دو لاکھ آدمیوں میں صحیح العقیدہ مسلمان بھی ہیں اور کمزور عقیدے کے مسلمان بھی جید علماء بھی اور دنیا پرست وعظ فروش بھی، اہل حق بھی ہیں، کمزور اور طاقتور بھی، جاہل اور عالم بھی ہیں کفار و مشرکین بھی ہیں اور فساق و فجار بھی جن کی اس معاشرے میں اکثریت ہے۔ اب بتایئے جب دو لاکھ انسانوں کا نمائندہ اسمبلی میں پہنچے گا تو وہ وہاں آئین سازی کرتے وقت کن لوگوں کا لحاظ کرے گا۔ وہ اپنے ووٹروں کو ناراض نہیں کرسکتا وہ اگر چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ ان کا نمائندہ رہوں تو پھر اس کو ایسی بات کرنا لازم ہوگی جو سب کے لئے پسندیدہ ہو وہ ان کے اعمال و اخلاق اور اعتقادات پر بحث نہیں کریگا۔ وہ یہی کہے گا کہ نالیاں ٹھیک ہوجائیں سکول اور ہسپتال بن جائیں۔ یہ اس قسم کی باتیں کریگا۔ بظاہر یہ بہت عمدہ باتیں ہیں۔ سکول علم کے لئے ہے ہسپتال بیماری سے شفاء کے لئے ہے سڑکوں اور راستوں کی کشادگی انسان کی نفسیاتی زندگی اور دیگر شعبوں میں بہت سا حسن پیدا کردیتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب چیزیں کس نظام کے تحت ہیں ان کی مقصدیت کیا ہے؟ یہ وسائل کہاں سے اور کس طریقے سے اکٹھے کئے جائیں گے سرمایہ کہاں سے آئیگا۔ طرز تعلیم کیا ہوگا۔ اس میں پڑھایا کیا جائیگا۔ ہسپتال جو بنایا جائیگا ظاہر ہے وہ مریضوں کے علاج کے لئے ہے لیکن وہاں کے ڈاکٹر کے اخلاق کی تربیت کہاں ہوگی؟ کن اصولوں پر ہوگی؟ وہ انسانیت کی بہتری کے لئے کس مرکزی نقطے پر ساری زندگی گذاریں گے۔

کافرانہ جمہوری نظام ان امور سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مگر یہی اعلیٰ اقدار صرف اسلام ہمیں عطاء کرتا ہے وہ سب سے پہلے انسان کی بنیادی تربیت اس بات پر کرتا ہے کہ تمہارا وجود جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین

(ترجمہ) کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار

ہے۔
ہمارا جینا مرنا، ہماری نمازیں، ہمارا حج اور ہماری ساری کی ساری زندگی اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔ یعنی ہم نے زندگی کے تمام امور اللہ کے احکامات کے مطابق سرانجام دینے ہیں۔ کوئی مسلمان امور زندگی میں خود مختار نہیں۔ اختیار ہے تو صرف یہ کہ ہم اپنی مرضی سے اگر چاہیں تو اللہ کا بتایا ہوا راستہ، انبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام کا راستہ اختیار کرلیں، یا معاذاللہ، اللہ کے منکروں اور وحی والہام کے منکروں کا راستہ اختیار کرلیں۔

جب انگریز ہندوستان میں آیا تو ہمارے اکابر نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا آخر کوئی تو وجوہات تھیں جو ہمارے حق پرست اسلاف نے ان نصرانی حکمرانوں کے خلاف جنگ کی وہ ریل گاڑی اور لائن بنا گیا سڑکیں اور پل بنوا گیا جدید صنعت و حرفت کا تمام نظام آپکو دیکر گیا، بتایئے یہ کوئی بری باتیں تھیں اور ایسے حکمرانوں کے خلاف لڑنا بہ ظاہر عقل و دانش کی بات نہ تھی مگر ہمارے اسلاف نے انگریز حکمرانوں کے خلاف ہمہ جہت جہاد کیا آخر کیا وجہ تھی کہ وہ ان کے خلاف برسرپیکار ہوئے؟ کیوں پھانسی کے تختوں پہ خوشی سے جھول گئے اور شہادت کی موت قبول کی۔ کیوں گھروں کو چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا، راحت و آرام کی زندگی کو ترک کیا، کڑکتی جوانیاں کیوں جیلوں کی نذر سر کر ڈالیں، اپنے بچوں کو زندگی میں یتیم کردیا، یہ سوچنے اور غور و فکر کرنے کی باتیں ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ برصغیر کی مادی ترقی میں صرف ہونے والے وسائل ہمارے ہی تھے۔

انگریز نے اپنا کچھ نہیں خرچ کیا۔ اس نے نہ صرف ہمارے ان وسائل پر قبضہ کیا بلکہ خود اپنی تجوریاں بھریں۔ وہ یہ سب کچھ اس لئے کر رہا تھا کہ یہاں کے لوگوں میں اپنا اعتماد بحال کرے۔ مگر دوسری طرف وہ مسلمانوں سے وہ زندگی چھین رہا تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق تھی۔ حیاء و شرم والی زندگی، عدل و تقویٰ والی زندگی، عقبٰی میں نجات والی زندگی۔۔۔۔۔ کافر کے سامنے تو کوئی عقبٰی نہیں ہے، کافر مرجانے کے بعد اللہ کے سامنے اپنے آپ کو محاسبے کے لئے پیش کرنے کا انکار کرتا ہے۔ وہ جو نظام بھی بناتا ہے اسی میں زندگی کا نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے نتیجتًہ ایک درندگی وحشت و لالچ اور ایک حریصانہ طرز زندگی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے اسکو یہ اطمینان حاصل ہو کہ اگر میں یہاں بھوکا رہ گیا، میں نے ایثار کردیا، میں نے صبر کرلیا، توکل و قناعت اختیار کی اور دوسرے کا پیٹ بھردیا تو اس کے نتیجہ میں آخرت کے اندر مجھے بہت بڑا انعام ملے گا۔ جسکا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ایک ایسا آدمی جو عقبٰی کے تصور کیساتھ زندگی گذارتا ہے اس کی زندگی نفسیاتی طور پر تمام محاسن اور خوبیوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور دوسرا انسان جو عقبٰی کے انکار پر زندگی کو استوار کرتا ہے وہ درندہ بن جاتا ہے وہ ظلم و استحصال کرتا ہے۔ دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے اور لوٹتا ہے۔ پھر اس کی تمام برائیاں پورے معاشرے میں پھیل جاتی ہیں آپ جائزہ لیجئے ہم مسلمان ہوتے ہوئے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد کتنی خوبصورت اقدار کے مالک تھے اس ملک میں ہمارے محلوں میں شرافت موجود تھی۔ حیا کا تصور موجود تھا۔ چھوٹے بڑے کا احترام موجود تھا، دینی روایات واقدار موجود تھیں۔ ہم زندگی میں بات کرتے ہوئے قرآن و سنت کا حوالہ دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا آپ کی طرز حیات کو حوالہ بناتے تھے، بحث ہوتی تو قرآن پر آکر ختم ہوجاتی، اس سے آگے کسی کو بات کرنے کی جرات نہ ہوتی گو حکومت ظالم کفار کی تھی۔ ہمارے بزرگوں کی یہی جنگ تھی انہوں نے ہمیں یہ شعور بخشا وہ ایسا نہ کرتے تو ہم بھی آج یہ جنگ نہ

لڑ رہے ہوتے۔ ہمارا ایمان محفوظ نہ ہوتا کادیانیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کیساتھ جنگ کرنے کا کوئی سبب معلوم نہ ہوتا اگر ہمارے بزرگ یہ طرز زندگی اختیار نہ کرتے۔

انگریز آیا۔ اس نے آپ کی مادی ضروریات، آپ کے ذرائع رسل و رسائل آپ کے ڈاک و تار کا نظام اور معاشی نظام کن اصولوں پر استوار کیا اور اس کے بعد کونسا طرز زندگی دیا؟ پردہ اس معاشرہ میں موجود تھا۔ جدید تعلیم یافتہ گھرانوں کے بچے امریکہ اور لندن جا کر اس دور میں بھی پڑھتے تھے وہ اس زمانے کے کروڑوں اور کھربوں پتی لوگ تھے مگر ان کی خواتین اگر بے پردہ ہوجاتیں تو وہ مسلمان گھرانہ اپنی اس بہو بیٹی کے ساتھ قطع تعلق کر لیتا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے مسلمان عورت کے لئے غیر مردوں سے اس طریقے سے بے پردہ اور بے حجاب ہو کر اختلاط کو حرام قرار دیا ہے۔

وہ دین پر یقین رکھتے تھے۔ انگریز نے مخلوط نظام تعلیم دیا۔ لڑکے پڑھنے والے، عورتیں پڑھانے والی، لڑکیاں پڑھنے والی مرد پڑھانے والے، اس کے نتائج کیا نکلے اور معاشرہ کیا بن گیا؟ چلتے چلتے کہاں پہنچے ہو کہ آج پردے کو گالی کہا جاتا ہے اور اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اجہل الناس قسم کے لوگ جن کے وجود سے مرے ہوئے گدھے کی طرح بد بو کے بھبکے اٹھتے ہیں۔ وہ آج چوپالوں اور چوراہوں میں دین کے واضح حکم کے باوجود پردہ کے خلاف یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کرتے نظر آتے ہیں۔ بے نظیر جیسی فرنگی تہذیب میں ڈوبی ہوئی عورت آج امت مسلمہ کی نمائندہ ہے۔ اور نواز شریف جیسا حکمران جو نمازیں تو اللہ کی پڑھتا ہے مگر اللہ کے دیئے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کے معاملہ میں امریکہ سے ڈرتا ہے۔ کیوں نہیں سوچتے ہم اس طرز عمل کو؟

انگریز کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کہنا جرم تھا۔ سزائیں ملتی تھیں۔ جیلوں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ ہتھکڑیوں کی جھنکار اور لاٹھیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی۔ گولیوں کی سنسناہٹ میں سینوں سے ابلتے ہوئے خون کے فوارے پھوٹتے تھے اور پھانسی کے تختوں پر جھولتے ہوئے علماء کے لاشے ہوتے تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد آپ کے اس مطالبے کو کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، کتنی پذیرائی ملی؟ اس مطالبے کو قانونی حیثیت دلوانے میں کتنی قربانیاں دینی پڑیں۔؟ اس مطالبے کو منوانے کیلئے پاکستان کے مسلمان کہلانے والے حکمرانوں کے ہاتھوں ہی سے دس ہزار بے گناہ مسلمان کیوں شہید ہوئے؟ میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں اور آپ میں سے ہر مسلمان یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے، آپ اپنی غور وفکر کی دنیا میں ڈوبیں اور اس کا جواب تلاش کریں۔ جواب ایک ہی ہے کہ یہ نظام انسانوں کا بنایا ہوا تھا کفار کا بنایا ہوا تھا۔ کفریہ نظام کے مفادات اور اسلامی نظام کے مفادات میں بعد المشرقین ہے۔ انسانی نظام میں نبوت و رسالت کا کوئی تصور نہیں۔ وہاں خدا کا کوئی وجود نہیں سارے یورپ اور امریکہ میں آپ جہاں کہیں بھی چلے جائیں نعوذ باللہ وہاں کوئی بھی آدمی نبوت کا دعویٰ کردے تو ان کے حکمرانوں کو کوئی پریشانی نہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ ہمارا (HADICK) مسئلہ نہیں۔ ہر شخص کو آزادیٔ رائے حاصل ہے اگر وہ اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے تو اس کو ایسا کہنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس کا نام انہوں نے بنیادی انسانی حق رکھ دیا ہے۔

اس کے برعکس اسلام ہمیں یہ اجازت قطعاً نہیں دیتا۔ انگریز مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کہنے ۔ اے مسلمانو!

کو اسی لئے جیلوں میں ڈالتے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے نظام کے ماتحت مرزا جیسے لوگوں کو آزادئ رائے کا حق ہے۔ انکو یہ بات کہنے سے کوئی نہ روکے۔

جمہوریت (DEMOCRACY) میں کافر اور غیر کافر کی تفریق نہیں، حق و باطل کا کوئی معیار نہیں۔ وہاں تو مفادات کی جنگ ہے۔ جس طبقے کیلئے جمہوری نظام حکومت بنایا گیا ہے ملکی آئین میں اس کے مفادات محفوظ کردیئے گئے ہیں۔ کوئی آدمی کھڑا ہو کر ان مفادات پر زور ڈالتا ہے تو ملک کا آئین اسکو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کہے، وہ تمام ملائکہ کا انکار کر دے۔ ان کی بلا سے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں وہ امریکہ کی جغرافیائی سرحد کا انکار کردے۔ وہ امریکی قوم کے مفادات کا انکار کردے خواہ اس کے اندر بنی نوع انسان کے لئے کتنے ہی فوائد کیوں نہ ہوں وہ اس کو گرفتار کریں گے۔ مطلب یہ کہ جمہوری (اکثریتی) نظام بلا تخصیص معاشرہ کے جمہوری اصولوں اور قدروں پر استوار ہوتا ہے جبکہ اسلامی معاشرہ اللہ کے دیئے ہوئے احکامات، رسول اللہ ﷺ کی عطا کی ہوئی تہذیب اور اسکی قدروں پر استوار ہوتا ہے۔ یہ ایسا بنیادی فرق ہے جسے ختم کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ پاکستان بن گیا مگر نظام وہی کافرانہ اور جمہوری رہا۔ انگریز نکل گیا مگر کتا ہمارے کنویں میں پھینک کر بھاگا۔ نظام اب بھی وہی ہے جس نے سو سال پہلے دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ اس نظام کو چلانے والے مسلمان ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس کی وجہ سے وہ کہاں کھڑے ہیں؟

آپ کے جمہوری معاشرہ میں کیا سلوک ہے دینی مطالبات کیساتھ؟ ابھی مجھ سے پہلے میرے دوست شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کے مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہمیں اس شعور و فکر کو بیدار کرنا چاہیئے اس بات کا ابلاغ کرنا چاہیئے، لوگوں میں اس کی تبلیغ ہونی چاہیئے تاکہ وہ خود اپنے مسائل کو سوچ کر اپنے تمام بوجھ کو اتارنے کے قابل ہوجائیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے کالم کے آجانے سے مسلمانوں کو جو فائدہ ہوتا ہے سو ہونا چاہیئے۔ سب سے زیادہ فائدہ قادیانیوں کو ہوگا کہ ان کے حقوق محفوظ ہوجائیں گے اور ان کی شہری حیثیت کی حفاظت ہوگی۔ ان کے معاشی، سیاسی اور اقتصادی تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو شناختی کارڈ کے ذریعے قادیانی ثابت کرتا ہے تو ملکی آئین میں اس کی حیثیت اہمیت اختیار کرجاتی ہے کوئی دوسرا ان کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا۔ ان کو تمام تحفظات حاصل ہوجاتے ہیں مگر شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج نہیں کرنے دیا گیا؟ کیا وجہ ہے کہ مسلم لیگی حکومت نے وعدہ کرنے کے باوجود اس سے کھلم کھلا انحراف کیا جدید حالات، بین الاقوامی دباؤ اور تقاضوں کا بہانہ بنا کر یہ ظلم کیا گیا۔ اسلام کے نفاذ کو اپنے اقتدار کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ قادیانیوں نے پاکستان سے فرار ہو کر برطانیہ میں پناہ لی اور جھوٹ بول بول کر پوری دنیا کو دھوکہ دیا کہ پاکستان میں ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ وہ مظلوم بن کر دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود نامسعود سے جنم لینے والے اس فتنے کو برطانیہ نے کیوں پناہ دی۔ وہ اسلام کے نام پر چلنے والی دنیا کی کسی تحریک کے نمائندہ کو وہ تحفظات فراہم کیوں نہیں کرتا جو قادیانیوں کو دیئے گئے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ اور جرمنی کو مرزا طاہر احمد کے پیروکاروں سے آخر کیا دلچسپی ہے؟ یہ سب ممالک اس کے محافظ اور وکیل کیوں بن جاتے ہیں؟ جرمنی کا سفیر بھاگا بھاگا آتا ہے اور آکر پاکستانی حکومت سے یوں وضاحت طلب کرتا ہے جیسے پاکستان کی حکومت

جرمنی کے کسی محلے کے کونسلر کی حکومت ہو۔ وہ پاکستان سے پوچھتے ہیں کہ یہاں پر قادیانیوں کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں؟ یہاں انکو شہری حقوق نہیں دیئے جاتے؟ اس کا جواب دینا تو الگ بات تھی شرمناک بات یہ ہے کہ ہمارے حکمران ان کے سامنے ممیا ممیا کر ہاتھ جوڑ جوڑ کر صفائیاں دیتے رہے اور وضاحتیں بیان کرتے رہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیوں نہ ان کو جواب دیا کہ کون ہو تم ہمارے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے والے؟ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ قادیانیوں سے بھی پوچھا جاسکتا تھا۔ ان کی اس حرکت پر ملکی آئین کے تحت کیوں گرفت نہیں کی تاکہ تم نے بیرونی ممالک میں پاکستان کے سیاسی اور قومی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے۔ حکومت نے بجائے ان کو بھگانے اور قادیانیوں کو پکڑنے کے الٹا یہ کام کیا کہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر وضاحتیں کیں۔

یہ بھی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ جس نظام کو لیکر ہم چل رہے ہیں اس کی وجہ سے ہم ان لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہیں جو اس نظام کے خالق و مالک ہیں۔ اسی نظام ریاست و سیاست کی وجہ سے، اس کی تہذیب و اخلاق کی وجہ سے پوری دنیا کو یہودیوں اور نصرانیوں نے اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ جو آپ کی معاشیات پر قبضہ کرکے آپ کی محنت کے صلہ میں پوری قوم کی محنت کے صلہ میں اربوں کھربوں ڈالر بٹور لیتے ہیں، وہ آپ کو اس معاشی و اقتصادی قید سے کیوں آزاد کریں گے۔ اس تہذیب سے کیوں نکلنے دیں گے؟ وہ آپ کو ایسا نظام کیوں لانے دیں گے جو پوری انسانیت کو ان کے برعکس بالکل دوسرے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ جو اس کائنات سے نفع حاصل کرنے کے لئے ایک اور طرزِ زندگی دیتا ہے۔ وہ اسے کس طرح قبول کرلیں کہ آپ انکی تہذیب کو چھوڑ کر اس تہذیب کو اختیار کریں جہاں مرد اپنی بیوی کے پاس تو بیٹھ سکتا ہے۔ اپنی بہن، خالاؤں، چچیوں، پھوپھیوں، کیساتھ تو بیٹھ سکتا ہے لیکن نامحرم عورتوں کے پاس جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ پھر آپ کو بازاروں میں جنس کا ناچتا ہوا بھوت نظر نہیں آئیگا، پھر اخبارات کے فحش ایڈیشن شائع نہیں ہوں گے پھر ڈش اینٹینا نہیں آئیگا۔ یہ جو کھربوں ڈالر آپ نے ڈش اینٹینے کے ان کو دیئے ہیں وہ کیسے وصول کریں گے؟ جس مطالبے سے دینی قوتیں مضبوط ہوں اور دینِ اسلام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہو وہ قطعاً ایسے مطالبے کو پنپنے نہیں دیں گے اور نہ ایسی تحریک کو قوت حاصل کرنے دیں گے یہی وجہ ہے کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ انہوں نے نہیں بنانے دیا۔ مرزائیوں نے ملک سے باہر نکل کر انسانی حقوق کی نام نہاد عالمی تنظیموں کے سامنے واویلا کیا اور انسانی حقوق کے عالمی ڈاکوؤں کے سامنے منت سماجت کی، امریکہ نے پاکستان پر دباؤ ڈالا، ۸۵ء میں، ۸۸ء میں، ۹۰ء میں، پھر ۹۳ء کے اسی سال میں چار مرتبہ پاکستان کی حکومت سے کہہ چکا ہے، اس نے یہاں پر وفود بھیجے، سفیر بھیجے انہی کی رپورٹوں کے نتیجہ میں پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کی باتیں کی جانے لگیں۔ ہمارا سادہ مسلمان سمجھتا ہے شاید ملک میں ہونے والے جرائم، ڈاکہ، چوری، قتل کی وجہ سے ہمیں دہشت گرد کہا جارہا ہے جبکہ ان کا اشارہ واضح طور پر پاکستان میں قادیانیوں پر امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت لگائی گئی پابندیوں اور دیگر اسلامی قوانین کی طرف ہے کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ میرا سوال ہے کہ کیا امریکہ، برطانیہ، یورپ، صومالیہ، بوسنیا اور تاجکستان سے بھی زیادہ یہاں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں؟ خود امریکہ نے پوری دنیا میں دہشت پھیلا رکھی ہے۔ جس طریقے سے زبردستی لوگوں کو اپنے نظامِ سیاست و ریاست، اپنے نظامِ تہذیب و اخلاق میں جکڑنے

اور اسکو قائم رکھنے کے لئے دہشت ناک قسم کے طرزِ عمل کو اختیار کرتا ہے، اس سے بُرا کردار تاریخ میں نہ کہیں ملتا ہے اور نہ ملے گا اس کے باوجود پاکستان پر دباؤ ہے کہ یہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ وہ خلاف ورزی کیا ہے کہ ضیاء الحق شہید نے اپنے دورِ حکومت میں آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعے اسلامائزیشن کی، یعنی نفاذِ اسلام کی راہ ہموار کرنے کے لئے کچھ عملی اقدامات کئے۔ اس کے تحت شرعی عدالتوں کا قیام، حدود آرڈیننس، قصاص ودیت آرڈیننس اور امتناع قادیانیت آرڈیننس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ ان میں بہت سی خامیاں تھیں لیکن اس کے باوجود دین دشمنوں کو سخت تکلیف پہنچی۔

عام طور پر یہ کہا جارہا ہے کہ پاکستان میں صدر اور وزیراعظم میں اختیارات کا توازن نہیں مگر اصل میں ان کے درمیان پھانس وہی اٹکی ہوئی ہے کہ آٹھویں ترمیم کے تحت جو اسلامی دفعات ہیں انہیں ختم کیا جائے۔ خصوصاً جو پابندیاں قادیانیوں پر لگائی گئی ہیں، اور ان کیلئے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے راستے میں آئین کے تحت جو رکاوٹیں درپیش ہیں ان کو ختم کرنا مطلوب ہے۔ آج نواز شریف صاحب کو صدر کے اختیارات بہت زیادہ نظر آتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب آٹھویں ترمیم کی گئی تھی نواز شریف صاحب تو اسوقت بھی موجود تھے تب کیوں نہیں بولے یہ جمہوریت زادے، اس وقت کیوں خاموش رہے؟ پھر اس کے بعد بے نظیر کا دور آیا اس کے پورے عہدِ اقتدار میں انہوں نے چپ سادھے رکھی۔ اب ایکا ایکی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کہ ان کو اپنے اختیارات کی کمی اور صدر کے اختیارات کے لامحدود ہونے کا احساس ہو گیا ہے۔

میں آپ کو پھر ایک مرتبہ کہوں گا کہ کوئی توازن اور عدم توازن کی بات نہیں ہے، یہ اسی نظام نے آپ کو کفر کی مصیبت میں ڈالا ہے۔ لسانی اور علاقائی تعصبات کو ہوا دیکر ایک مستقل جنگ شروع کر دی ہے۔ آپ سوچیں! امریکہ کیوں دباؤ ڈال رہا ہے؟ امریکہ کو قادیانیوں سے کیا دلچسپی ہے؟ قادیانیوں کو آپ کسی بھی حوالے سے دیکھیں یہ پاکستان کے نوے فیصد شہریوں سے زیادہ بہتر زندگی گزار رہے ہیں۔ معاشی و سماجی طور پر، علاج معالجہ، تعلیم و کاروبار، ملازمت، ہر قسم پاکستان کے دیگر شہریوں سے زیادہ بہتر حاصل ہیں۔ پھر کس بات کا واویلا ہے؟ بات وہی ہے جو میں نے عرض کی اور یہی جماعت کا مقصد و مشن ہے، اصل جنگ یہ ہے کہ اس ملک سے جمہوری نظام کو وہ کسی صورت ختم نہیں ہونے دینا چاہتے جس کی وجہ سے کفر کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ نظام نہ ہوتا اسلام ہوتا تو کیا کبھی قادیانیت کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا اور اگر پیدا ہو گیا ہوتا تو آج یہ مسئلہ مکمل طور پر حل ہو چکا ہوتا۔ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع اور زبان درازی کی یہ حالت ہوتی؟ اسلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کی کسی کو جرات ہوتی؟ سود کے بارہ میں بھونکنے والوں کی یہ جسارت ہوتی؟ قطعاً نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی لئے کفار نے اپنی تقویت کیلئے جمہوری نظام وضع کیا ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں یہ نظام موجود ہے وہاں کفار غالب ہیں۔ مسلمان ہوتے ہوئے ہم نے کافرانہ طرزِ زندگی کو اپنایا۔ ہم مغلوب ہو گئے اور کفر کی تہذیب غالب آگئی۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، مجھے بتائیے، سوچئے، للہ سوچئے اور اس سوال کو ملک کے کونے کونے میں پہنچائیے۔ لوگوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھائیے کہ ہم کہاں کھو گئے ہیں؟ کیوں واپس نہیں آتے؟ ہماری تمام محنت برباد کیوں ہو رہی ہے؟ پینتالیس برس پہلے اتنے علماء نہیں تھے۔ اتنے مدارس و مساجد نہیں تھیں۔ واعظین و

مبلغین اتنی تعداد میں نہیں تھے۔ اتنے مقرر و خطیب نہیں تھے اتنی دینی تنظیمیں بھی نہیں تھیں جتنی آج ہیں۔ مگر ماضی کے نتائج ہمارے حال سے بہتر۔ نئی نسل زانی ہے شرابی، چور اور ڈاکو ہے بد اخلاقی کا مرقع ہے اور دنیائے انسانیت کے ماتھے پر بدترین داغ ہے۔ پاکستان کا نام نہاد مسلمان چھ ماہ کی بچی کیساتھ بدکاری کرتا ہے۔ سگا باپ بیٹی کی عزت و حرمت کو پامال کرتا ہے یہ کیا ہوگیا؟ اخبارات میں یہ خبریں اب روز کا معمول ہیں۔ کیوں نہیں سوچتے تم؟ کیا تمہارے سوچنے کا وقت نہیں آیا ابھی؟

الم یان للذین آمنواان تخشع قلو بھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

"کیا مسلمانوں کے لئے ابھی تک اسکا وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اس کے کلمۂ حق کے لئے ان کے اندر درد اور شکستگی پیدا ہو اور وہ اپنے پروردگار کے آگے جھک جائیں"

کیا اس غلطی کو ختم کرنیکا وقت نہیں آیا؟ تم کس وقت کے انتظار میں ہو؟ جب یہ سیلاب بند توڑ کر، تمہارے گھروں کی دیواروں کو توڑ کر، تمہاری ہی آبروؤں کو پامال کر دے گا۔

دوستو! یہی وقت ہے بیدار ہونے کا اور پوری قوت سے کفر کا مقابلہ کرنے کا۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

موجودہ نظام ہندوستان کے ہندوؤں نے اور پورے یورپ و امریکہ کے یہود و نصاریٰ نے کیوں قبول کیا؟ وہ نظام اسرائیل کے یہودیوں نے کیوں قبول کیا؟ اس کے ذریعے سے اسلام آسکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو کیا کفار اس کو قبول کر لیتے؟

کسی ایسے طرز عمل اور (SISTAM OF LIFE) نظام حیات کو کوئی کافر عاقل بالغ قبول نہیں کر سکتا جس کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہو۔

پینتالیس برس میں پاکستان میں قوت کس کو ملی ہے؟ دین اور دین والوں کو یا کفر اور شرک والوں کو؟ یقیناً کفر اور شرک کرنے والے دین دشمنوں اور سیکولرسٹوں کو ملی ہے۔ قادیانیوں کو تقویت ملی ہے۔ بے حیا، زانی اور ڈاکو مضبوط ہوئے ہیں۔ رافضیت و سبائیت مضبوط ہوئی ہے۔ کفر و شرک کے دروازے کھلے ہیں اور اسے استحکام ملا ہے۔

جمہوری نظام کفر کی پرورش کرنیوالا ہے، اس میں ایک مسلمان کیلئے کچھ نہیں رکھا سوائے اس کے کہ وہ باقی ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس سے یہود و نصاریٰ ان کے ایجنٹ قادیانیوں اور تمام کفار و مشرکین کو تو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مسلمانوں کو نہیں۔

ہم پر اتنی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی جتنی حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہم تو اپنی جان و مال اور تمام توانائیاں لگا کر اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ کسی پر احسان نہیں بلکہ اپنا فرض اداء کر رہے ہیں۔ اس فرض کی ادائیگی پر حکمران اور سیاست دان ہم سے ناراض ہیں۔ ہمیں ان لوگوں سے کبھی اچھی توقع نہیں رہی۔ ہم جانتے ہیں کہ جمہوری نظام میں ہمارا اشمار مجرموں میں ہوتا ہے۔ **جاری ہے)**

تجزیہ

قمر الحسنین

جمہوری کلچر اور نیو سوشل کنٹریکٹ

یہ اصطلاح آئے دن اخبارات میں کالم نگار لکھتے رہتے ہیں اور بتانا یہ چاہتے ہیں کہ یہ جدید نظام زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اسکے بغیر جدید روایات زندہ نہیں رہ سکتیں اس کے لئے رواداری اور برداشت کا مادہ پیدا کرنا بہت ضروری ہے ورنہ پاکستانی معاشرے میں سڑاند پیدا ہوجائیگی۔ میں سمجھتا ہوں یہ فقرے اپنی جگہ پر بہت نپے تلے اور پھولوں کی طرح سجائے گئے فقرے، انگوٹھی میں جڑے نگینہ ہیں "نوائے وقت"۔ "جنگ"۔ "خبریں" اور "پاکستان" کے کالم نویس یہ رنگین اور خوشبودار باتیں لکھتے رہتے ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ کالم نویس یہ نہیں بتاتے کہ وہ قدریں، روایات اور جدید رسمیں کیا ہیں جن کے ہونے یا کرنے پر برداشت پیدا کی جائے، رواداری برتی جائے اور وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا جائے۔ تاکہ اقوام عالم میں پاکستان کا صاف ستھرا اور نکھرا ہوا چہرہ بھی چمک سکے۔ معاشرے میں ہونے والے واقعات کا مشاہدہ اور قومی اخبارات کا مطالعہ کرنے سے اور ٹی وی ریڈیو دیکھنے سننے سے جو خاکہ ذہن میں آتا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

(۱) معاشرہ میں ابھی پچھلی دو نسلیں موجود ہیں جو باپ اور دادا کہلاتی ہیں۔ ان کے سامنے یہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ جب ہندو اس سرزمین میں موجود تھے تو وہ مسجد کے قریب گا بجا نہیں سکتے تھے۔ مسلمان بھڑک اٹھتے تھے آئے دن ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے تھے۔ وہی مسلمان اب دیکھتا ہے کہ مسلمان مسجد کے سامنے گاتا، بجاتا، ناچتا، گولے پٹاخے اور ہوائیاں چھوڑتا ہے کیا وہ برداشت کرے؟ رواداری برتے؟ وسیع القلبی کا مظاہرہ کرے؟ چونکہ یہ سب کچھ مسلمان کررہا ہے، چونکہ یہ جمہوری کلچر ہے، نیو سوشل کنٹریکٹ ہے۔

(۲) مسلمان مسجد کے سامنے یا قریب سینما بناتا ہے اور پاکستان کا مسلمان جج اسکی اجازت دیتا ہے اور اسکی جسٹیفکیشن میں کہتا ہے کہ یہ جمہوری کلچر ہے نیو سوشل کنٹریکٹ ہے۔ اب آپ کو یہ برداشت کرنا ہوگا۔ ماضی کی باتیں ماضی کے ساتھ گئیں۔ پاکستانی اخبارات خصوصاً اس کی تلقین کرتے ہیں۔ کیا اس بد تمیزی اور ظلم کو برداشت کرنے کا نام رواداری ہے؟

(۳) مسلمان مسجد میں نماز کے لئے تو جاتا نہیں اور جو مسجد محلے میں یا پلے گراؤنڈ کے قریب ہے وہاں پیشاب پاخانے اور حجامت کے لئے چلا جاتا ہے۔ غسل واجب کے لئے بھی "تشریف" لے جاتا ہے اور روکنے پر کہتا ہے یہ لیٹرین اور غسل خانے پھر آپ نے کس لئے بنوائے ہیں؟ جب بنوائے ہیں تو ہمیں استعمال کرنے سے کیوں

روکتے ہیں؟ ہم نماز پڑھیں نہ پڑھیں یہ ہمارا ذاتی فعل ہے! لیکن مسجد کے "باتھ روم" استعمال کرنا ہمارا جمہوری حق ہے۔ مولویوں کی اجارہ داری نہیں، شخصی آزادی ہے جمہوریت کا دور ہے!

میں سیاست دانوں حکمرانوں اور کالم نویسوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سب کچھ برداشت کیا جائے؟

ان اعمال خبیثہ پر رواداری برتی جائے؟

کیا انہی بری اور بد ترین حرکتوں کو جمہوری کلچر کہتے ہیں؟

(۴) مولوی کی زندگی درجۂ چہارم کے ملازمین کے مساوی یا اس سے بھی کم درجہ کی ہے اور گاؤں میں تو مولوی کمی کمیرا ہے۔ اب بھی اسکی معاشرتی اور معاشی حالت شہر یا گاؤں میں درجۂ چہارم کی ہے۔ متوسط طبقہ، سرمایہ دار، جاگیر دار، بیورو کریٹ اور سیاستدان اسے نہایت بُری نگاہ سے دیکھتا ہے، نہایت بھونڈے پن سے اسکا ذکر کرتا ہے۔ اسکی ظاہری وضع قطع کو برا سمجھتا ہے، اسکے ماحول کو گندا جانتا ہے، دینی مدارس کو قتل گاہ کہتا ہے۔ مولوی، عالم، اور شیوخ کرام کو "ملّاں" کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔ کسی غریب یا اسیر گھرانے کا کوئی آدمی اگر دین پڑھ کے عالم بن جاتا ہے تو اس خاندان کے تمام افراد، اُس سے کنی کتراتے ہیں۔ کسی مجلس میں اگر سب مل بیٹھیں تو اشاروں، کنایوں، کنکھیوں، لفظوں اور اصطلاحوں سے اسکا وہاں بیٹھنا دشوار بنا دیتے ہیں اور دین کے وہ مسائل جن کا انکے باپ دادا کو بھی علم نہیں، ان کی آڑ لیکر صرف اخباری معلومات سے اٹھائے گئے سوالات سے اسکا قافیہ تنگ کر دیتے ہیں اور تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ مولوی صاحب! یہ جمہوری دور ہے ہر شخص کو اپنی الگ رائے قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ آپ اس دور میں بھی ہمیں لکیر کا فقیر بناتے ہیں! کیا یہ بھی برداشت کریں اسکے لئے بھی رواداری برتی جائے؟

(۵) وہ کونسے مسائل ہیں جنہیں سوشل کنٹریکٹ یا جمہوری کلچر جنم دیتا ہے۔ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک جگہ جمع ہونا اور وہ بھی شخصی آزادی کے ہتھیار کے ساتھ مسلح ہو کر

الف) کالجوں اور یونیورسٹیوں میں

ب) مختلف فنکشنز میں

ج) ڈراموں میں

د) پارکوں میں (سیر و تفریح کے لئے)

ر) سوئمنگ پولز میں

س) ٹورز میں (مشترکہ)

ص) شادیوں میں

ط) اور جمہوری کلچر پر پھیلی ہوئی مختلف محفلوں مثلاً "المراء" جیسے مقامات پر ہونے والے "واقعات" میں اور لائنز کلب یا روٹری کلبز کی ممبر بنکر اور اس پر مستزاد کہ برداشت کرے۔ یہی ہے جمہوری کلچر؟

(۶) حکمران، سیاستدان، دانشور اور کالم نویس فرماتے ہیں ہم نماز نہ پڑھیں، زکوۃ نہ دیں، روزے نہ رکھیں، طاقت کے باوجود حج نہ کریں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں اور پیشاب کرکے استنجا نہ کریں، کھڑے ہو کر کھانا کھائیں، نہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں نہ بعد میں، السلام علیکم نہ کہیں نہ لکھیں۔

(اور اگر لکھیں یا کہیں تو یوں اسلام لیکم ، ساماں لیکم ، سلام لیکم ، اسلام والیکم ، اسلام و علیکم ، آداب ، تسلیم) قرآن کریم نہ پڑھیں نہ جانیں نہ عمل کریں (اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) پھر بھی "ہم تو جی سیدھے سادے مسلمان ہیں "مولوی کی طرح نہیں!

یہ ہے جمہوری کلچر اور نیو سوشل کنٹریکٹ۔ ہے نا مزے کی بات! یوں ہوتے ہیں مسلمان! ہمیں دیکھو اور ایسے مسلمان پیدا کرو ریڈیو، ٹی وی، سٹیلائٹ، اخبارات ، حکمرانوں، سیاستدانوں ، کے ذریعے! ایسے مسلمان جو جھوٹ بولیں، وعدہ خلافی کریں، سود کھائیں، رشوت کھائیں، لوٹے بن جائیں ، قبروں پر سجدے کریں، میلوں ٹھیلوں پر جائیں ، "دریوں" سے گزر کر جنتی بن جائیں اگرچہ زانی شرابی لفنگے ہوں لیکن جمہوری کلچر کے اعتبار سے نہیں ان "پھٹے پرانے" مسلمانوں کے اعتبار سے جو انہیں پسند نہیں، ان کے دین کے اعتبار سے جس میں پابندیاں ہیں جو انہیں قبول نہیں کیونکہ یہ دین تو "عربوں کے لئے اترا تھا"!

لیکن یہ سب باتیں شخصی اور پرائیویٹ لائف سے تعلق رکھتی ہیں پبلک لائف سے نہیں اور یہی تو ہے جمہوری کلچر۔ اب ان حکمرانوں سیاستدانوں بیورو کریٹس دانشوروں اور صحافیوں کی بیگمات ہی کو دیکھئے (الاماشاء اللہ) سب نے "بوائے کٹ" کرا رکھا ہے اور جب سٹیج پر پبلک کے سامنے آتی ہیں تو دوپٹہ اوڑھ کر بار بار اسے درست کرتی ہیں تاکہ کوئی سمجھے کہ "شریعت" کے احکام کا بڑا خیال ہے۔ حالانکہ وہ کٹے ہوئے بالوں کو بار بار چھپاتی ہیں کہ پرائیویٹ لائف ، پبلک لائف میں عیاں نہ ہوجائے۔

جیسے ہماری اپنی محترمہ بے نظیر زرداری صاحبہ۔ کہ جمہوری کلچر کی سند یافتہ اور سوشل کنٹریکٹ کی وارثہ ہیں! اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو لکھی جاسکتی ہیں مثلاً

(۷) "میرے پاپا نے کہا تھا" پردہ آنکھ اور دل کا ہوتا ہے۔ بُرقع دور جاہلیت کی یادگار ہے۔

(۸) سود حلال ہے ربٰو حرام ہے مولوی کو سود اور ربٰو میں فرق کرنا نہیں آتا۔

(۹) عورت مرد کے شانہ بہ شانہ زندگی کا ہر کام کرنے کا حق رکھتی ہے یہ آزادی نسواں کا دور ہے۔

عورت بچے بھی پیدا کرے ، پالے بھی، آٹا بھی گوندھے، روٹیاں بھی پکائے ، برتن بھی صاف کرے ، جھاڑو بھی دے ، کپڑے بھی دھوئے، ہنڈیا بھی پکائے ، بچوں کو نہلائے دھلائے بھی ، تو اس سے بہتر تھا کہ مردان کاموں کی مشینیں خرید لیتا، عورت یہ سب کام نہیں کرسکتی۔

وہ گا سکتی ہے

ناچ سکتی ہے

ہاکی کھیل سکتی

کرکٹ بھی ، اگر ذوق ہو تو ، والی بال، بیس بال اور ہائی جمپ بھی کرسکتی ہے ڈربے میں بند نہیں رہ سکتی۔ آزادی نسواں کا دور ہے "ہم عورتیں آزادی لیکر دم لیں گی اور یہ ثابت کردیں گی عورت کال گرل، اشتہار، ایڈورٹائزمنٹ، سفارت وزارت اور حکومت سب کچھ کرسکتی ہے!"

یہ سبق عورت کو جمہوریت نے دیا۔ اسی کو تو جمہوری کلچر اور نیو سوشل کنٹریکٹ کہا جاتا ہے یہ بھی عورت

ہی عام کرے گی تو "شعور پھیلے گا" نور بکھرے گا چاندنی ہوگی اور پاکستان کا گدلا چہرہ چمک اٹھے گا۔

کیونکہ ---" پاکستان ناٹ فار مُلّاز"

ہم مُلّا سے اسلام کو آزاد کرائیں گے، ہم روشن خیال اسلام لائیں گے، اسلامی سزائیں وحشیانہ سزائیں ہیں۔ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں، ہم روشن خیال مسلمان ہیں۔ وہ مسلمان، جو زندگی کو کئی حصوں میں تقسیم کرتا ہو ہم ہیں قائداعظم کے وارث!

پرائیویٹ لائف

لائف ان ورکرز

لائف ان لیڈرز

لائف ان رولرز

لائف ان نیوز پیپرز

لائف ان نیو ورلڈ آرڈر

لائف بفور بل کلنٹن

اور بہت سی نعمتیں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔ البتہ سمجھی، جانی، پہچانی جاسکتی ہیں۔ جدید عقل کے ذریعہ! جو جدیدیت کی تمام راہوں سے لتھڑ کر گزری ہو تب ہوتا ہے جمہوری کلچر جو ہمارے ملک میں نیو سوشل کلچر کے نام سے متعارف کرایا جارہا ہے۔ حضرت قائداعظم اور فاطمہ جناح سے لیکر فرائشیاء ذوالفقار علی بھٹو شہید اور بے نظیر تک سبھی نے یہ عظیم محنت کی ہے اور اب تو وہ قوم تیار ہوچکی ہے جسکی مسلم لیگی بزرگوں نے ۴۷ء میں خواہش فرمائی تھی۔ اس عظیم مشن کی تکمیل کا سہرا مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے بزرگوں، خوردوں اور جیالوں کے سر ہے۔

قائداعظم زندہ باد، فرائشیاء زندہ باد، دختر مشرق زندہ باد، روشن خیال اسلام زندہ باد

اور۔۔ اسلام۔۔۔۔؟

آواز آتی ہے!

میں کب کا جاچکا ہوں صدائیں نہ دو مجھے

اور۔۔۔جمہوری مولوی۔۔۔۔؟

بس رہیں!

شعلہ تھا جل بجھا ہوں ہوائیں نہ دو مجھے

O

مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری

پردہ کیوں

دین و دانش

زمانہ جوں جوں آگے بڑھ رہا ہے اور نئی تہذیب کے رسم و رواج جیسے جیسے ہمارے اندر رواج پا رہے ہیں، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صد فیصد اپنی حقانیت ثابت کرتا جا رہا ہے کہ

ماترکت فتنۃ بعدی اضر علی الرجال من النساء

میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ کوئی اور فتنہ نقصان دہ نہیں چھوڑا۔

عورتوں کی آزادی اور مساوات کے بظاہر خوشنما عنوان سے بے حیائی، فحاشی اور عریانیت کا جو وحشیانہ مظاہرہ آج ہماری تہذیب و ثقافت کا جز بن چکا ہے۔ وہ اس عظیم فتنہ کی فتنہ سامانی بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ بازاروں سے لیکر عبادت گاہوں تک، کالجوں سے لے کر گھر کی چہار دیواریوں تک، دفاتر سے لیکر تفریح گاہوں تک حتی کہ سفر میں حضر میں، اجتماعی زندگی میں انفرادی رہن سہن میں، چھوٹوں کی مجلس میں، بڑوں کی محفلوں میں، الغرض ہر جگہ مرد و عورت کے اختلاط اور میل جول نے فضاؤں کو متعفن اور بدبودار اور معاشرہ کو گندا اور داغدار بنا رکھا ہے۔

خود غرض نئے معاشرہ کی نظر میں عورت کی جنس صرف اغراض فاسدہ کی تکمیل اور تجارتی سامانوں کی تشہیر کا ذریعہ ہے۔ وہ ہر جگہ عورت کو اسی نظر سے دیکھتا ہے ایسے لباس ایجاد کئے جاتے ہیں جو ستر پوشی نہیں ستر فاشی کرتے ہیں۔ ایسے اسباب زینت مہیا کرائے جاتے ہیں جو زینت نہیں زحمت بلکہ فطری بناوٹ کو بدلنے کا ذریعہ ہیں۔ پھر تجارتی اشتہارات، اخبارات کے کالموں، تھیٹروں اور سینما ہالوں میں عورت کی جو درگت بنتی ہے اور جسطرح صنف نازک کا استحصال کیا جاتا ہے وہ اس مذموم معاشرہ کی ہوس پرستی اور خود غرضی کی کھلی ہوئی نشانی ہے اور طرہ یہ ہے کہ اس معاشرہ کی عورتیں بھی اپنے استحصال کو حقیقی آزادی اور مذہبی روک ٹوک کو قید و بند سمجھتی ہیں۔ لعنت ہے ایسی آزادی پر جو عزت کو پامال کردے۔ تف ہے ایسی مساوات پر جو حقیقی ذمہ داریوں سے غافل کر دے اور ہزار بار پناہ ہے ایسی خود غرضی سے جسکی بنا پر انسان اپنے مقصد تخلیق کو بھلا بیٹھے۔

اسلام نے فحاشی اور بدکاری کو روکنے کیلئے اپنے ماننے والوں کو واضح احکامات دیئے ہیں جو اس کے دین فطرت ہونے کے پوری طرح لائق اور صنف نازک کی طبیعت کے عین مطابق ہیں۔ دین اور شریعت کی نظر میں اس سلسلہ کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ "زناکاری معاشرہ کا بدترین اور گھناؤنا جرم ہے" ارشاد خداوندی ہے۔

لاتقربو الزنا انہ کان فاحشۃ (بنی اسرائیل)

زنا کے قریب مت جاؤ وہ بے حیائی ہے۔

پھر اسلام اس جرم کو روکنے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ ہی نہیں کرتا بلکہ عملی طور پر بھی اسلام کا قانون

"انسداد بدکاری" نہایت مکمل موثر اور بے لچک ہے۔ مثلاً

(الف) اسلام نے زنا کی سزا (شادی شدہ کے لئے سنگساری اور غیر شادی شدہ کیلئے سو کوڑے) اتنی عبرتناک مقرر کی ہے کہ اسکے باقاعدہ نافذ ہونے کی صورت میں معاشرہ میں بدکاری کے رجحانات ہرگز پنپ نہیں سکتے۔ یہ صرف سزا ہی نہیں بلکہ اصلاح معاشرہ کی بہترین ترکیب ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے زانیوں کو سزا دیتے وقت یہ ہدایت دی ہے۔

ولیشهد عذابهما طائفة من المومنین(نور ۲)

اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ لوگ مسلمان

تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور ان کے دلوں میں اس جرم کی شقاوت بیٹھ جائے۔

(ب) بدکاری پر بند لگانے کے لئے اسلام اجنبی عورتوں مردوں کے اختلاط کو حتی کہ ایک دوسرے کو نظر بھر دیکھنے سے بھی منع کرتا ہے۔ تاکہ انتہائی جرم تک رسائی کا موقع ہی نہ مل سکے۔ ارشاد فرمایا گیا:

قل للمومنین یغضوامن ابصارهم ویحفظوافروجهم ذلک ازکی لهم(سوره نور آیت ۳۰)

کہدے ایمان والوں کو کہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور تھامے رہیں اپنے ستر کو اس میں خوب ستھرائی ہے انکے لئے۔

وقل للمومنت یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن (نور آیت ۳۱)

اور کہدے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو۔

اسی طرح عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پوری طرح پردہ میں رہیں اور اپنا کوئی عضو ظاہر نہ کریں، سورہ احزاب میں ارشاد ایزدی ہے۔

یایهاالنبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن (احزاب ۵۹)

اے نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے عام نمازی بھی ساتھ تھے جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی نکلتے وقت جلدی کرنے میں دونوں خلط ملط ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا:

استاخرن فانه لیس لکن ان تحقفن الطریق علیکن مجافات الطریق

ٹھہر جاؤ تمہیں راستہ بھر کر چلنے کا حق نہیں ہے تم کنارے چلا کرو۔

راوی کہتا ہے کہ آپ کے اس ارشاد کے بعد عورتیں راستہ میں اس طرح دیوار سے چپک کر چلتی تھیں کہ کبھی کبھی انکا کپڑا دیوار میں الجھ جاتا تھا (مظاہر حق ص ۲/۷۲)

الغرض اسلام کسی بھی صورت میں اجنبی مرد وعورت کے اختلاط کو پسند نہیں کرتا۔ انتہا یہ کہ نابیناؤں اور مصنوعی اذکار رفتہ لوگوں کا اجنبی عورتوں سے اختلاط بھی شرعاً ناپسندیدہ اور ممنوع ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ کے پاس ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہم دونوں کو ان سے پردہ کرنیکا حکم دیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو"۔ (ابوداؤد ص ۲/۲۱۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں ہیجڑوں اور مخنثوں کے داخلے سے بھی منع فرمایا (ابوداؤد ص ۲/۲۱۱)

علاوہ ازیں ذخیرہ حدیث میں بکثرت ایسی روایتیں ہیں جن میں اجنبی مرد و عورت کو ایک دوسرے کو بالقصد اور بلاعذر دیکھنے سے شدت سے منع فرمایا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

لعن الله الناظر والمنظورالیہ (مشکوٰۃ ص ۲/۲۷۰)

اللہ کی لعنت ہے بلاعذر دیکھنے والے اور دیکھے جانے والے پر۔

نیز آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

یاعلی لاتتبع النظرة فان لک الاولی ولیست لک الاخرة (مشکوٰۃ ص ۲/۲۶۹)

اے علی! ایک مرتبہ نظر پڑنے کے بعد دوسری مرتبہ نہ دیکھو اسلئے کہ تمہارے لئے اول میں رخصت ہے دوسری میں نہیں

ایک اور حدیث میں پاکباز مردوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔

مامن مسلم ینظر الی محاسن امراۃ اول مرۃ ثم یغض بصره الااحدث الله عبادة یجد حلاوتها۔ (مشکوٰۃ ص ۲/۲۷۰)

کوئی آدمی مسلمان اول مرتبہ اچانک کسی عورت کے حسن کو دیکھے اور فوراً آنکھیں نیچی کر لے تو اللہ تعالی اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے جس کی مٹھاس وہ محسوس کرتا ہے۔

(ج) فحاشی کے رجحانات کی حوصلہ افزائی نہ کرتے ہوئے اسلامی شریعت نے عورت کو ایسا لباس پہننے کی تاکید کی ہے جو اس کے پورے جسم کو مستور رکھ سکے جو نہ عریاں ہو اور نہ اتنا چست یا باریک کہ اندرونی اعضاء کی ساخت ظاہر ہو کہ فتنہ انگیزی کا سبب بن جائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے باریک کپڑے پہن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے شدت سے ناگواری کا اظہار فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ اٹھ کر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور بعد میں فرمایا کہ جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے کوئی حصہ بدن اس کا ظاہر نہ رہنا چاہئیے۔ (ابوداؤد ص ۲/۲۱۲) (چہرہ اور ہاتھ بھی صرف ضرورت کے لئے کھولے جائیں)

اور حدیث میں ایسی عورتوں کے بارے میں جہنمی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے جو عریاں لباس پہن کر خود بھی مردوں پر ریجھتی ہیں اور مردوں کو بھی اپنے اوپر رجھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ جنت۔۔۔ میں داخل تو کیا ہوتیں جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکیں گی۔ اگرچہ اسکی خوشبو۔۔۔۔ دور دراز مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ (مسلم شریف ص ۲/۲۰۵)

(د) اور اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو شریعت نے مردوں کو چار بیویاں رکھنے کی جو اجازت دی ہے وہ بھی دراصل اسی "انسداد بدکاری قوانین" کی ایک کڑی ہے۔ اسلئے کہ فطرت کے مطابق جذبات کی تسکین کے بعد دیگر موانع اور سزاؤں کی موجودگی میں بدکاری کا خطرہ کم سے کم تر رہ جاتا ہے اور معاشرہ صحیح سمت کی طرف گامزن ہو کر قانونی رخصتوں پر عمل کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔

یہ چند اشارات ہیں جن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں اسلام کا انداز فکر اور لائحہ عمل کیا ہے اور وہ اپنے اندر کتنی گیرائی، گہرائی اور تاثیر رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات میں سے کسی ایک دفعہ میں بھی ڈھیل معاشرہ کے لئے سم قاتل بن جاتی ہے۔ اور آج اس پہلو سے جو بگاڑ آرہا ہے دیکھا جائے تو یہی ڈھیل اس بگاڑ کا سبب ہے۔ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا کے مروجہ قوانین عورت کو اسکے اصل مرتبہ تک پہنچاتے ہیں۔ یا اسلام کے آفاقی اصول و ضوابط اسکی عصمت و عفت کے حقیقی محافظ ہیں؟ ذرا سوچئے! بے پردگی پر روک لگائے بغیر کیا انسداد فحش کاری کا کوئی قانون موثر ہوسکتا ہے؟ اور کیا مخلوط زندگی کے خاتمہ کے بغیر فاشی کے سیلاب کو روکنا ممکن ہے؟ یاد رکھے! اسلام کے قوانین نے صنف نازک کو وہ مقام دیتے ہیں جو اسکی فطری صلاحیتوں کے شایان شان ہیں جب کہ نئی تہذیب کے دلدادہ عورت کے نام نہاد خیر خواہ عورت کو اصل مقام سے گرا کر بکاؤ مال کے درجہ میں رکھ دیتے ہیں۔ جنھوں نے عورت کو شہرت اور پبلسٹی کا ذریعہ بنا لیا ہے جو اپنے گھٹیا سے گھٹیا مال کو عورت کی عریاں تصویروں کی بدولت ہاتھوں ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور یہ عورت کی ناعاقبت اندیشی ہے کہ وہ اسلام کے محفوظ قوانین سے نکل کر۔ ظالم اور استحصال کرنے والے ہاتھوں کا کھلونا بن کر زمانہ کی رو میں بہتی چلی جارہی ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں کے لئے یہ وقت امتحان ہے۔ یا تو وہ اپنی اسلامیت کے اظہار کے لئے اسلامی قوانین پر مضبوطی سے عمل کریں یا پھر اپنی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کو بے پردہ کر کے، ناجائز لباس پہنا کر اور غیر شرعی زینت میں مبتلا کر کے انکی عفت و عصمت درندہ صفت استحصال کرنے والوں کے حوالے کر دیں۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ اسلام کی اتباع میں عافیت ہے ہی عافیت ہے اور غیروں کی پیروی کرنے کی وجہ سے دنیا میں بھی خون کے آنسو رونا پڑے گا اور آخرت میں جو انجام ہوگا وہ الگ رہا۔۔۔۔ اللھم احفظنا۔ (بہ شکریہ ماہنامہ ندائے شاہی مراد آباد، انڈیا۔ اگست ۱۹۹۲ء)

رائے ونڈ تبلیغی اجتماع میں احرار کا سٹال

O قارئین مطلع رہیں کہ عالمی تبلیغی اجتماع ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء کو حسب معمول رائے ونڈ میں منعقد ہو رہا ہے۔

O اس موقع پر اجتماع گاہ کے اُردو بازار میں "بخاری اکیڈمی" کے نام سے مجلس احرار اسلام کا سٹال پرچم احرار کے ساتھ قائم کیا جا رہا ہے۔ اجتماع میں شریک ہونے والے احرار کارکن اور دیگر احباب جماعت کا لٹریچر اور دینی کتب خریدنے کیلئے ضرور تشریف لائیں۔ (ادارہ)

حکیم محمود احمد ظفر

تاریخ

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار۔ قسط ۹

سر سید نے جس انداز سے قرآن حکیم کی تفسیر لکھی تھی وہ تفسیر کم اور تحریف زیادہ تھی۔ اور انجیل کی تفسیر لکھنا بھی شروع کیا تھی جو کہ اسلام اور عیسائیت کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کی ایک نمایاں ناپاک کوشش تھی۔ علی گڑھ تحریک کے بارے میں مسلمان علماء کا یہ خیال ہے کہ وہ عیسائیت اور استعمار کی خدمت کا ایک طریقہ کار تھی۔ اور علی گڑھ کالج نے وہ نسل پیدا کی جنھوں نے ہندوستان میں انگریزوں کو حکومت کرنے میں اعانت کی۔ اس کالج نے نوجوان نسل کو مفید علوم عصری تو نہیں دیئے البتہ ادب و فن کا علم عطا کیا ہے۔ اس تحریک نے ہماری دنیا کی بہتری سے زیادہ ہمارے دین کو برباد کیا ہے۔ اس سے مسلمانوں میں "اینگلو محمڈن" اور "اینگلو انڈین" نسل پیدا ہوئی جس کی نفسیات ترکیب میں "محمڈن" عناصر کم اور "انگریزی" عناصر زیادہ تھے۔

جب ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ ان عیسائی اداروں کا مقصد ایک ایسی نسل کا تیار کرنا ہے جس کا نہ اپنے دین پر ایمان ہو اور نہ اپنی تاریخ سے آشنائی۔ اس کے قلوب عقائد اسلام کے بارے میں شبہات اور طعن و تشنیع سے بھرے ہوئے ہوں اور ان کی دعوت مغربی تہذیب و تمدن کو اپنانے کی ہو۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ سر سید احمد خان نے یہ تعلیمی ادارے قائم کر کے قوم و ملت کی کیا خدمت سرانجام دی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان سب اداروں کے قیام سے سر سید احمد خان کا مقصد ہندوستان میں عیسائی استعماری تعلیمی سیاست کو فروغ دینا تھا۔ چنانچہ ان تعلیمی اداروں کے اثرات عیسائی تعلیمی اداروں سے بھی زیادہ بڑے پڑے۔

شاتلیہ نے مشورہ دیا تھا کہ ملک کے باشندے اگر عیسیٰ اداروں سے گریز کریں تو حکومت کو ایسے سیکولر (SECULAR) ادارے قائم کرنا چاہیئیں جن کو چلانے والے ملک کے ایسے باشندے ہوں۔ جن کی تربیت مغربی انداز سے ہوئی ہو۔ سر سید کی تحریک کو عیسائی مشنریاں کس نقطۂ نظر سے دیکھتی تھیں اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں قاہرہ (مصر) میں منعقد ہونے والی مشنری کانفرنس میں اس تحریک پر بحث کی گئی۔ شاتلیہ کے الفاظ یہ ہیں:

"۔۔۔۔۔ اس کانفرنس میں اس تحریک کو بھی موضوعِ بحث بنایا گیا جو ہندوستان میں داخل ہو چکی تھی اور سر سید احمد خان اس کے قائد تھے۔ علی گڑھ میں سر سید کے کالج اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی شکل میں جو کوششیں ہو رہی تھیں وہ بھی کانفرنس کے پیشِ نظر تھیں۔ پادری ویسٹیر گنٹ نے "جدید اسلام" کے عنوان پر تقریر کی اور اس میں بتایا کہ یورپ کی تعلیمات مسلمانوں کو عیسائیت سے قریب لا رہی ہیں۔ قاہرہ کی اس عیسائی کانفرنس نے سر سید احمد خان کی اس تحریک میں اپنے مفہوم کے مطابق ایک اصلاحی تحریک قرار دیا اور بتایا کہ قائدِ تحریک

اس کی کامیابی کے لئے بہت زیادہ کوشش کر رہے ہیں"۔

(الغارۃ علی العالم الاسلامی ص ۵۰)

شیخ ابراہیم خلیل احمد نے ایک موقع پر کہا ہے کہ "سرسید احمد خان استعماری قوتوں کے شاگرد ہیں اور وہ انگریزوں کی مصلحتوں کی پاسبانی کر رہے ہیں۔ گویا اسلام کے تحفظ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں"۔

(ابراہیم خلیل احمد: الاستشراق والتبشیر وصلتھما بالامبریالیہ العالمیۃ ص ۷۵)

اپنی تاریخ اور تہذیبی اقدار سے دوری، اسلامی عقائد کا استحقاق، ہر شے میں مغرب کی تقلید اور آزادیٔ نسواں جیسے مشنری مقاصد اگر کسی کی نظر میں ہوں تو وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ علی گڑھ تحریک سے انگریزوں کے سامراجی اور مشنری مقاصد کو بروئے کار لانے میں اس سے کیا مدد مل سکتی تھی۔

ان دو آدمیوں کے علاوہ ایک اور شخص تھے جن کا انتخاب انگریزوں نے صرف اس لئے کیا کہ وہ علماء ربانی جن سے انگریزوں کو اپنی حکومت کی مضبوطی (STABLITY) میں خطرہ تھا اور جن لوگوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا تھا یا جہاد کرنے والوں کی مدد کی تھی ان پر کفر کے فتوے لگائیں اور وہابی یا اس قسم کے غلط خطابات دے کر ان کے وقار کو عوام میں مجروح کریں تاکہ دین کے بارے میں عوام ان کی بات پر کان نہ دھریں۔ یہ ذات مستودہ صفات مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے اہلِ السنت والجماعت کو جن کی سرزمین پاک و ہند میں اکثریت تھی دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔ اہلِ سنت کے دو طبقوں میں کچھ رسمی اختلافات اٹھے۔ ان حضرت نے ان اختلافات کو اتنا بڑھایا کہ کفر و اسلام تک کے فاصلے قائم ہو گئے۔ مسائل میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں۔ اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہوتا ہی ہے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں میں بھی بعض مسائل میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایسے اختلاف فقہاء و محدثین میں بھی تھے لیکن اسلاف نے ان اختلافات کو کبھی علیحدگی کا نشان نہیں بنایا تھا۔ اختلاف میں نظر دلیل پر رہتی ہے لیکن تفریق میں نفرت اور علیحدگی پر۔ اختلاف میں مخاطب علماء کرام ہوتے ہیں۔ دلائل پیش ہوتے ہیں، بحثیں ہوتی ہیں لیکن تفریق میں مخاطب عوام ہوتے ہیں ان سے دلائل کی بجائے جذبات سے بات ہوتی ہے۔ الزام تراشی ہوتی ہے اور نفرتیں بڑھتی ہیں۔

اس تفریق کی بنیاد مولانا احمد رضا خان نے ڈالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان دو ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ اور ایسے بٹے کہ کہیں ایک ہوتے نظر نہیں آتے۔ مسلمان دو ٹکڑے کیسے ہوئے؟ وہ علماء کرام جو تحریک آزادیٔ وطن میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے اور امت مسلمہ کی بہتری اور ان غیر ملکی درندوں سے مادر وطن کو آزاد کرانے کے لئے اپنی راتوں کی نیندیں اور دن کا آرام غارت کئے ہوئے تھے مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کے خلاف کچھ الزامات تصنیف کئے۔ یہ اختلافات نہ تھے بلکہ الزامات تھے۔ کیونکہ اختلافات میں سمجھنا سمجھانا ہو سکتا ہے لیکن الزامات میں صرف علیحدگی مقصود ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان اختلافات کی راہ سے محاذ تکفیر پر نہ آسکتے تھے۔ لہذا اختلافات کی بجائے الزامات کی راہ کو اختیار کیا گیا۔

مولانا احمد رضا خان صاحب الزامات کی راہ سے تکفیر کی منزل پر پہنچے۔ اور پھر جو تکفیر کی ایسی توپ داغی کہ کوئی عالم بھی ان کی تکفیر سے نہ بچ سکا۔ ان کی نگاہ میں تمام علمائے دیوبند کافر، ہر وہ عالم کافر جسنے انگریزوں کے

خلاف جہاد کیا۔ لوگ انہیں "تکفیر المسلمین" (مسلمان کو کافر بنانے والا) کا خطاب دینے لگے۔ چنانچہ ان کے اپنے مکتبِ فکر کے ایک مجلہ نے ان کے بارہ میں لکھا کہ:

"آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے سے جھجکتا ہے۔ عام طور پر امام احمد رضا خان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ "تکفیر المسلمین" تھے۔ بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی۔ آج ایشیا میں جتنے بھی سائنسی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو در کنار نام بھی نہ ملے گا۔

(ماہنامہ المیزان بمبئی، احمد رضا نمبر ۲۹)

ان "تکفیر المسلمین" کی فتاویٰ کی زبان ملاحظہ فرمائیں۔ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین کہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہو گا مسلم ہو کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہو گا اور اولاد ولد الزناء"

(ملفوظات حصہ دوم ص ۱۰۰)

مولانا احمد رضا خان کفر کے اس قسم کے فتوے دینے میں اکیلے نہ تھے بلکہ تفریق کی جو خلیج انہوں نے پیدا کی تھی اس میں انہوں نے اپنے بہت سے ساتھی پیدا کر لئے جنہوں نے مولانا محمد علیؒ، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، چودھری افضل حق اور دیگر اکابر امت پر کفر کے فتوے جڑ دیئے۔ اور ان لوگوں کی نگاہ میں سوائے ان کے اپنے چند ایک عالمانِ دین کے پاک و ہند کے سارے عالم کافر تھے۔ کیونکہ انہوں نے انگریزوں کی ایک ایسی عینک لگائی ہوئی تھی کہ انہیں سوائے کفر کے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے یوں کہہ لیجئے کہ "تکفیر کی تلوار لے کر ہر کسی کو قابل گردن زنی قرار دینے والے فرد کا نام سرزمین پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خان ہے۔ اسی وجہ سے ان "مکفر المسلمین" کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان ایک مرتبہ ۱۹۳۰ء میں پنجاب آئے تو روزنامہ زمیندار میں حضرت مولانا ظفر علی خان صاحبؒ نے ان کا ان الفاظ میں استقبال کیا:

اوڑھ کر حامد رضا خان آئے بدعت کا لحاف	ذات ان کی ہے مجدد بات اُن کی لام کاف
مانچسٹر کے کفن سازوں سے لایا ہے، اُدھار	شرک کی انٹی بریلی کا یہ بڈھا نور باف
پیکر طاغوت ہے یا ہے رضائے مصطفیٰ	باپ تھا اس لاس کا سرا اور بیٹا اس کی ناف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند	ہے وہ کافر جس کو ہو اُن سے ذرا بھی اختلاف
جب سے پھوٹی ہے بریلی میں کرن تکفیر کی	دید کے قابل ہے ان کا انعکاس و انعطاف
زندگی اس کی ہے ملت کے لئے پیغام موت	کر رہا ہے جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف

تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ قادیانی اور رضاخانی دونوں تحریکوں کا سرچشمہ ایک تھا اور دونوں کے پیچھے انگریز بہادر کارفرما تھے۔ دونوں کی بنیاد ان دو اصولوں پر تھی۔

۱۔ سرزمینِ پاک و ہند میں انگریزی سامراجیت کو استحکام بہم پہنچانا۔ آزادی کی تمام تحریکات کی مخالفت کرنا اور مسلمانوں کو انگریزوں سے جہاد سے منع کرنا۔

۲۔ مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا کرنا تاکہ یہ اپنے سوا دوسروں کو بھی کافر سمجھیں اور مسلمانوں میں ایسی علیحدگی کے فاصلے پیدا کرنا جو پھر کبھی مٹ نہ سکیں۔ اور ملت اسلامیہ مستقل طور پر گروہوں میں بٹ جائے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی کے والد ماجد سید عبدالحیی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دشمنی اور خصومت میں بہت ہی زیادہ سخت تھے۔ اپنی ذات اور اپنے علم پر گھمنڈ کرتے تھے۔ ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑجاتے تھے"۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۷ ص)

قادیانی اور رضاخانی نظریات مندرجہ ذیل عنوانات پر آپس میں مشترک تھے۔

۱۔ انگریزوں سے خاندانی وفاداری۔
۲۔ انگریزوں کی تعریف
۳۔ جہاد کی ممانعت
۴۔ ترک موالات کی مخالفت
۵۔ ماموریت کا دعویٰ
۶۔ مسلمانوں کی عام تکفیر
۷۔ تحریک خلافت کی مخالفت
۸۔ انگریزی حکومت سے امیدیں
۹۔ قرآن حکیم میں تحریف لفظی کی کوشش
۱۰۔ حرمین شریفین اور دیگر صحیح عقائد رکھنے والے ائمہ کے پیچھے نماز ناجائز قرار دینا۔

غرض کہ یہ وہ لوگ تھے اور یہ وہ تحریکات تھیں جو انگریزی حکومت کے استحکام میں اسکی معاون بنیں اور انہوں نے جہاں ایک طرف مسلمانوں میں تشتت و افتراق کی تخم ریزی کی وہاں دوسری طرف انگریزوں کی جائز و ناجائز حمایت کر کے ان کا حق نمک ادا کیا۔ ان تحریکوں کے بانیوں کے رویوں سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود کچھ نہیں کر رہے بلکہ انکے پیچھے انگریزوں کا غیبی ہاتھ ہے جو ان سے کچھ کروا رہا ہے۔ اور وہی کچھ کروا رہا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

ان معاون تحریکات سے ہندوستان میں انگریزی سامراجیت اور مشنریوں کو جو تقویت ملی وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ سامراجی اور مشنری جدوجہد سے ہندوستان میں بہت سی غیر مسلم تحریکوں نے بھی جنم لیا جن کی خطرناکی علی گڑھ تحریک، قادیانیت اور رضاخانیت سے کہیں زیادہ تھی۔ چنانچہ ۱۸۷۵ء میں بمبئی میں سوامی دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ اس تحریک نے غیر ملکیوں کے خلاف علم عداوت و بغاوت بلند کیا غیر ملکیوں سے ان کی مراد انگریز اور مسلمان تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں سے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اپنے اصل دین (ہندومت) کی طرف واپس آجائیں۔ جس طرح حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے عیسائی پادریوں سے زبردست مناظرے کئے۔ اسی طرح حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آریوں سے زبردست مناظرے کر کے دین و ملت کی بہت بڑی خدمت انجام دی تھی۔

ان غیر مسلم تحریکوں میں سب سے زیادہ خطرناک مہاسبھائی تحریک تھی جو ۱۹۲۳ء میں قائم ہوئی۔ اس کے لیڈر بابا ہردیال نے ایک بار کہا تھا "ہندو رگ و خون کا مستقبل چار چیزوں کا مرہون ہوگا۔ اسلام کا مقابلہ، ہندو ریاست کا قیام، مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم اور افغانستان پر قبضہ تاکہ وہاں کے باشندے بھی ہندومت میں داخل کئے جا سکیں" اس نے ہندوستان میں مسلمانوں کے رہنے کی یہ شرط بتائی تھی کہ اپنے عربی اور اسلامی نام بدل دیں۔ ہندوؤں کا سا لباس پہنیں۔ ہندوؤں کی شخصیتوں کا احترام کریں۔ ان کے تہواروں میں شریک ہوں۔ ان کے رسم و رواج اور قومی روایات کو قبول کرلیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی بجائے "ہندو مسلمان" یا "ہندو محمڈن" کہیں۔ بعض دینی شعائر کی ادائیگی کیلئے پہلے سے اجازت حاصل کرلیں۔

ان دو ہندو تحریکوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تعصب اور بغض و عداوت کی ایسی وسیع خلیج پیدا کر دی جس کو تاریخ کبھی بھی نہیں بھلا سکتی۔ اور جس کے عفریت نے ہزاروں مسلمانوں کو نگل لیا۔ اور اب تک نگل رہا ہے۔ (احسان حقی! تاریخ شبہ الجزیرۃ الہندیہ الباکستانیہ ص ۳۴۷۔ ۳۷۶)

ماضی قریب اور حال میں جن خطرناک اسلام دشمن ہندو تحریکوں نے جنم لیا ہے وہ قارئین کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہوں گی۔ ان کی ہندو جارحانہ احیائیت اور اسلام دشمنی کے واقعات آئے دن ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

یہ تھی اس پرآشوب دور کی ایک دھندلی سی تصویر، جس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو پیدا فرمایا۔ اس پرآشوب دور کے سیاق و سباق میں اگر مولانا کیرانوی مرحوم کے مجاہدانہ، مناظرانہ دعوتی اور اصلاحی کارناموں کو رکھ کر دیکھا جائے تو پھر انکی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انگریزوں کے استعمار کی سیاہ آندھی اور مختلف فتنوں کے سیاہ بادل ہندوستان کے افق پر محیط تھے تو اس وقت میں حضرت مولانا مرحوم کا وجود واقعی اللہ کی رحمت سے کم نہ تھا۔ حضرت مولانا کے مجاہدانہ، مناظرانہ اور تجدیدی کارناموں کا اعتراف نہ صرف اس دور کے علماء اور معاصرین نے ہی نہیں بلکہ خود خلافت عثمانیہ اور اس میں بسنے والے سب علماء نے بھی کیا۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین نے آپ کو ترکی آنے کی دعوت دی۔ اور خلعت فاخرہ سے آپ کو نوازا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عیسائی مبلغین کا طریقہ تبلیغ

اس دور میں عیسائی مبلغین نے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے تھے۔ ان میں ایک طریقہ نشر و اشاعت کا تھا۔ یعنی انہوں نے اس وقت کی مروجہ زبانوں، عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں بڑے پیمانے پر حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں مسیحی عقائد پر مشتمل کتابیں اور رسائل شائع کئے۔ اسی کے ساتھ اسلامی عقائد و ارکان، اسلامی تاریخ و تہذیب، قرآن حکیم اور وحی و رسالت کے بارہ میں مختلف شکوک و شبہات اور اعتراضات اٹھائے گئے۔ تورات کے لاکھوں نسخے چاروں زبانوں میں کتابی شکل میں شائع کر کے ڈاک کے ذریعہ عوام و خواص میں اور پادریوں کے ذریعہ بازاروں اور میلوں ٹھیلوں میں تقسیم کئے گئے۔ جنرل مارٹن (MARTIN) نے سب سے پہلے تورات کا ترجمہ اردو اور فارسی میں کیا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں جو عیسائی انجمن تورات کی نشر و اشاعت کیلئے قائم ہوئی تھی اس کے ایک کارکن نے اس کا اعتراف کیا کہ ۱۸۹۹ء تک اس انجمن نے مختلف علاقائی زبانوں میں

تورات کا ترجمہ کر کے ۱۶ کروڑ کی تعداد میں تقسیم کیا تھا۔

عیسائی مشنری نے، معلوم ہوتا تھا کہ اس بات کا تہیہ کیا ہوا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی بنا کر ہی دم لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دھڑا دھڑا عیسائیت کے حق میں اور اسلام کے خلاف کتابیں لکھنا شروع کر دیں۔ عیسائی مبلغین اور مشنریز کے قلم سے جو کتابیں مسیحی عقائد کی تعلیم و تبلیغ اور اسلامی عقائد و شخصیات کے متعلق تشکیک و اعتراض سے متعلق شائع کی گئیں۔ ان میں ٹی۔ جی۔ اسکاٹ کی "تصدیق الکتاب"، پادری یونس کی "ابراھین الالھیہ" اور پادری فنڈر کی "میزان الحق"، "مفتاح الاسرار" "حل الاشکال"، اظہار الدین النصرانی کی "طریق الحیاۃ" نے ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ جن مسلموں اور غیر مسلموں نے مسیحیت کو قبول کیا تھا۔ ان کے قلم سے بھی اسلام کے خلاف متعدد کتابیں شائع ہوئیں انگریزوں نے سرسید کی تفسیر اور بتیان الکلام کو بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کہ سرسید نے موخر الذکر کتاب میں انجیل میں تحریف سے انکار کیا ہے۔ گویا یہ بھی سرسید نے عیسائیت کی خدمت کی ہے۔ جو دلائل عیسائیوں کو معلوم نہ ہوسکے وہ سرسید نے انہیں مہیا کئے۔

ان کتابوں اور رسائل کے علاوہ انگریزی روزناموں، ہفت روزہ اور ماہناموں سے بھی عیسائیت کی تبلیغ و ترویج اور دینی اور اخلاقی قدروں کے خلاف ذہن تیار کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ کیونکہ دین اسلام کے بارہ میں اگر ایک مسلمان کی گرفت ڈھیلی ہو جائے تو ہر فرقہ اسے دبوچنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے ہر باطل فرقہ سے بچنے کا بہترین اور آسان طریقہ یہ ہے کہ دین کو مضبوطی سے پکڑا جائے۔

عیسائی مشنریز اور مسیحی مبلغین نے بڑے پیمانے پر لائبریریاں اور دارالمطالعے قائم کئے۔ اور ان کے ذریعہ خاموشی سے نوجوانوں کو عیسائی عقائد سے باخبر اور مانوس کیا جاتا۔ قادیانیوں، اہل بدعت، منکرین حدیث، سرسید کے پیروکاروں (متنورین)، ہندو احیاء پرستوں اور مغربی تہذیب و کلچر کے داعیوں کی بھی سرپرستی اور ہمت افزائی کی جاتی۔ کیونکہ انکی راہیں بھی دراصل عیسائیت کے قریب جا کر ملتی ہیں۔

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں در جاناں پہ مل گئے

انگریزوں نے حکومت چونکہ مسلمانوں سے چھینی تھی۔ لہٰذا انہیں سب سے زیادہ خوف اور خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی اگرچہ مسلمانوں سے زیادہ تھی، لیکن ہندوؤں سے انگریزوں کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ چنانچہ مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے قریباً قریباً بند تھے۔ اگر کسی سرکاری عہدہ پر مسلمان کو فائز کیا بھی جاتا تو پادری کی سفارش اور تزکیہ کے بعد اسے کوئی عہدہ دیا جاتا۔ حکومت برطانیہ نے یہ فرمان جاری کر دیا تھا کہ اگر کسی عہدہ کیلئے انگریز نہ مل سکیں تو اس جگہ پارسی کو متعین کیا جائے۔ اگر پارسی بھی نہ ملے تو ہندوؤں کو متعین کیا جائے اور اگر ہندو بھی نہ ملیں تب مسلمانوں کو وہ جگہ دی جائے۔

ولیم ہنٹر نے لکھا ہے کہ بنگال کے ہائی کورٹ میں انگریز اور ہندو ججوں کی تعداد اکیس تھی۔ ان میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ مسلمان عہدیداروں کے خلاف غیر مسلموں کو جاسوس مقرر کر دیا جاتا جو ہر لمحہ کی رپورٹ حکومت کو دیتا رہتا۔

مسلمان کے ساتھ یہ سلوک صرف اس وجہ سے تھا کہ مسلمانوں سے انگریزوں کو بہت زیادہ خطرہ تھا لہذا انکو اس طریقہ سے ذلیل کرنے کی کوشش کی جاتی۔

پادری فنڈر اور اس کا حدود اربعہ

پادری فنڈر جسکو ڈاکٹر فنڈر (RCV C G PFANDER) بھی کہتے ہیں اور جس نے ہندوستان آکر اور میزان الحق کتاب لکھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا۔ اسکا تعارف کرانا بھی ضروری ہے۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ یہ حضرت کون تھے؟ اور ہندوستان کس غرض کیلئے تشریف لائے؟ اور پھر ہندوستان میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کے ہاتھوں ان کی کیا درگت بنی۔ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے اس پر تنگ ہوگئی۔

پادری فنڈر امریکن نژاد کیتھولک مستشرق تھا۔ دنیا کی طمع کی خاطر اس نے پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کیا تھا جیسا کہ اس کے دوست پادری فریچ نے بیان کیا ہے وہ انگلستان کو اپنا مستقل وطن بنانا چاہتا تھا۔ اسکی بیوی چونکہ پروٹسٹنٹ مسلک کی تھی لہذا اس نے بھی اپنی بیوی کی خوشنودی کی خاطر پرٹسٹنٹ مسلک اختیار کر کے انگلستان میں اپنی مستقل رہائش اختیار کر لی۔ انگلستان میں مستقل رہائش کے تھوڑا ہی عرصہ بعد چرچ آف انگلینڈ نے اسے مسیحی مبلغین کا سربراہ بنا کر ہندوستان بھیج دیا جہاں اس نے اپنی تبلیغی جدوجہد میں غیر معمولی سرگرمی دکھائی۔ چنانچہ فنڈر کو ان تین خطرناک اور سرگرم مسیحی مبلغین میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے غیر معمولی جدوجہد کے ذریعہ سرزمین پاک و ہند میں مسیحیت کے فروغ کیلئے نمایاں کردار ادا کیا۔

پادری فنڈر شروع میں دس یا بارہ سال تک جرمنی کے ایک عیسائی مبلغ کی حیثیت سے روس کی ریاست جیار جیا (GEORGIA) میں قلعہ شوش (SHUSHY) میں مقیم رہا۔ جہاں سے وہ اکثر ایران کا دورہ کیا کرتا تھا۔ ایک دو بار اس نے بغداد تک کا سفر بھی کیا۔

ایران میں آمدورفت کے نتیجہ میں اس نے فارسی زبان میں خاصی مہارت پیدا کر لی تھی۔ اس کے علاوہ آرمینیہ کے رہنے والے ایک مسلمان لڑکے کو جسے ڈاکوؤں نے پکڑ کر غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا تھا اس نے عیسائی بنالیا تھا جس سے وہ اپنی فارسی انشاء پردازی میں مدد لیا کرتا تھا۔

۱۸۳۶ء میں روسی حکومت کی غیر ملکیوں کے اخراج کی پالیسی کے زیر اثر اسے روس چھوڑنا پڑا اور ۱۸۳۸ء میں اس نے ہندوستان میں عیسائی مبلغ کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کی ہندوستان آمد سے قبل جیروم ہندوستان آچکا تھا اور اس نے لاہور کو اپنا مرکز بنا کر توحید، تثلیث، الوہیت مسیح اور کتب مقدسہ کی صحت کے متعلق مسلمان علماء کے ساتھ بحث و نزاع کا دروازہ کھول دیا تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی مسیحی عقائد کی وضاحت و تشریح کیلئے تالیف کی تھی جس کا نام "المراۃ المریتہ للحق" رکھا گیا اور اس کتاب کے لکھنے کا سبب احمد بن زین العابدین کی کتاب "الانوار الالھیتہ" بنی۔

جیروم کے بعد ہنری مارٹن کی آمد ہوئی جس نے فارسی اور اردو میں انجیل کا ترجمہ کر کے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک ملک میں ایک مستحکم بنیاد فراہم کی۔ پھر پادری فنڈر نے اپنی کتاب "میزان الحق" کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔

ابو معاویہ مفتی منظور احمد تونسوی (رئیس الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان)

ایک شیعہ کے تیس ۳۰ سوال اور اُن کے جوابات

(قسط نمبر۲)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء "ج ا ص ۶۸، ج ا ص ۳۱۷ طبع اول مطبع صدیقی بریلی" میں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے نقل کیا ہے کہ شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما تمام امت سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے"

عن عبد خير حب لواء علی عن علی رضی الله عنه۔ قال ان اول من يدخل الجنة من هذه الامة ابوبكرؓ و عمرؓ فقال رجل يا امير المؤمنين يدخلانها قبلک؟ قال ای والذی خلق الجنة وبرأ النسمة ليد خلدنها قبلی" الخ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ اس امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں ایک شخص نے کہا امیر المؤمنینؓ؟ آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں داخل ہوں گے؟ فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے ایک ایک دانہ پیدا کیا اور ہر ایک روح کو تخلیق کیا یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

دسویں روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ خط جو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا تھا اور اس خط کو شارحین نہج البلاغہ نے اپنی شروح میں درج کیا ہے۔ علی اسد اللہ الغالبؓ فرماتے ہیں:

وكان افضلهم فی الاسلام كما زعمت والفحهم لله ولرسوله الخليفته الصديق وخليفته الخليفته الفاروق و لعمری وان مكانهما فی الاسلام لعظيم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شديد يرحمهما الله وجزاهما باحسن ماعملا الخ"

شرح نہج البلاغتہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶ جزء ۳۱ طبع قدیمی ایران وج ۴ ص ۳۶۲ مطبع حیدریہ طھران طبع جدید۔

یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے "خلیفہ صدیقؓ" تھے وار خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ تھے۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں (خلفاء) کا مقام بہت عظیم ہے۔ اور ان کو (موت کی) مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لئے شدید زخم تعا اللہ

تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے"

اس روایت سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخینؓ اپنے دور کے سب سے افضل مومن تھے نیز خدا اور رسول ﷺ کے زیادہ خیر خواہ تھے۔

۲۔ اسلام میں انکا مرتبہ بہت عظیم اور عالی مقام تھا۔

۳۔ ان حضرات کو کسی مصیبت کا پہنچ جانا اہل اسلام کے حق میں بہت بڑا صدمہ تھا۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰؓ ان کے حق میں ترحم کے کلمات فرمایا کرتے اور جزائے خیر طلب کیا کرتے تھے۔

۵۔ کمازعمت کے الفاظ سے مخاطب کر کے گمان کے موافق کلام کو قرار دینا اور الزامی جواب تجویز کرنا ہرگز کا درست نہیں۔ اس لئے کہ آئندہ الفاظ اس توجیہہ کی بالکلیہ تغلیط کر رہے ہیں۔

(لعمری ان مکانھما الخ) یہاں اپنی زندگی کا حلف اٹھا کر کلام شروع کی گئی اور لفظ ان لگا کر مزید توثیق کی گئی۔ گویا تاکید در تاکید سے کلام کو پختہ کر دیا تاکہ کوئی اس کلام کے الزامی ہونے کا شبہ نہ کر سکے"۔

ان فرامین عالیہ سے صاف واضح ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ اور جناب امیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ اور نہایت ہی خوشگوار رہے ورنہ جناب علیؓ کبھی تو اظہار فرماتے کہ خلافت میرا حق تھا اور اصحاب ثلاثہؓ نے میری ولایت کا اقرار فرمایا تھا لیکن اقرار ولایت کے بعد منحرف ہو گئے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ جناب رسالت مابﷺ نے کبھی حضرت علیؓ کی ولایت کا کوئی عہد و پیمان لیا ہے اور نہ صحابہ کرامؓ نے عہد کیا تھا اور نہ وہ عہد کرنے کے بعد منحرف ہوئے ہیں۔ یہ محض بے اصل بات اور من گھڑت ڈھکوسلہ ہے۔ حضرت علیؓ تو ہمیشہ خلفاء ثلاثہؓ کے وزیر و مشیر اور صلاح کار رہے ہیں۔

سوال نمبر ۲۱۔ الملل والنحل میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کے روز حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے شکم پر ایسی ضرب ماری کہ بی بی کے بطن سے محسن ساقط ہو گئے۔ (بچہ مر گیا) بتایئے حضرت عمرؓ کا یہ فعل قابل قدر ہے یا مذموم؟ اس ظلم پر جناب رسول خداﷺ حضرت عمرؓ پر راضی ہوں گے یا ناراض؟ خدا نے رسول کریمﷺ کو ایذا دینے والے کے بارے میں قرآن مجید میں کیا فرمایا ہے؟

جواب۔ اولاً یہ واقعہ غیر معتبر و غیر مستند کتابوں میں ہے۔ کسی معتبر کتاب میں معتبر سند سے مروی نہیں ہے۔ ثانیاً جن بازاری کتابوں میں مذکور ہے ان کے اسانید مطعون ہیں یعنی سندیں درست نہیں ہیں۔

ثالثاً۔ یہ روایت مقطوع ہے ناقل خود واقعہ کا شاہد نہیں۔

رابعاً۔ یہ روایت ائمہ کرام کے اپنے بیانات کی روشنی میں مردود ہے۔

سیدہ فاطمہؓ کے گھر جلانے اور بی بی کے پیٹ پر زور زور سے ضربات لگانے کے متعلق روایات کی تردید صرف سنی علماء نے ہی نہیں کی بلکہ شیعہ علماء نے بھی ان روایات کو ناقابل قبول اور غیر معتمد و غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ:

واما ما ذکرہ من الهجوم علی دار فاطمة و جمع الحطب لتحریقها فهو خبر واحد غیر موثوق بہ ولا معمول علیہ فی حق الصحابۃ ولا فی حق احد من المسلمین ممن ظهرت عدالتہ ۔ الخ۔

شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی ج ۴ ص ۱۳۱ طبع بیروت تحت متن قولہ لعمار بن یاسرؓ۔
حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ پر ہجوم کرنا اور خانہ سوزی کے لئے لکڑی جمع کرنے کی روایات خبر واحد ہیں یعنی مشہور و متواتر نہیں ہیں۔ یہ غیر متعمد ہیں نہ صحابہ کے حق میں قابلِ عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں۔ بحوالہ رحماء بینھم ج ۲۔ ص ۲۱۰

اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو علیؓ شیر خدا اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشہ رسول کی توہین ہوتے دیکھ کر خاموش بیٹھ رہے تھے کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں یا غایت درجہ کی بے غیرتی ہے ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی عورت کی توہین کی جائے خدانخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی تمام بنو ہاشم، دلداد رسول ور لختِ جگر رسول کی حمایت کے لئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے۔ خاندانِ رسالت کی بے ادبی کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا یہ سب خرافات ہیں۔ ان لغویات کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ورنہ پھر جناب امیرؓ کے گھر کچھ باقی نہیں رہے گا اور علیؓ کے شیدائیوں کے لئے بڑی دشواریاں پیش آئیں گی"۔

سوالنمبر ۲۲۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ذکر علی عبادت ہے" کیا حضرات ثلاثہؓ کے ذکر کو رسولِ کریم ﷺ نے عبادت قرار دیا ہے۔ اگر قرار دیا ہے تو ثبوت پیش کریں۔ ہم مجلس میں ذکر علی و ذکر رسول و اہلبیت ہی تو کرتے ہیں تو پھر آپ کو مجلس میں جانا کیوں ناپسند ہے؟

جواب۔ یہ کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم بلکہ تمام صحابہؓ کا ذکر عبادت ہے کیونکہ ان کا ذکر خیر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور قرآن و حدیث کی قرأت و تلاوت بلاشبہ عبادت ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضواعنه واعدلهم جنت تجرى تحتها الانهار خلدين فيها ابداً۔ ذلك الفوز العظم۔ پ ۱۱۔ سورة التوبته ركوع-۲

ترجمہ۔ اور سب میں قدیم (اگلے) پہلے مہاجرینؓ و انصارؓ اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (تابعدار) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں وہ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔

علاوہ ازیں سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث میں اس پاک جماعت کا ذکر و فضائل بیان فرمائے گئے ہیں کیا ان آیات کی تلاوت عبادت نہیں ہے؟ اور فضائل و مناقب کی احادیث کا پڑھنا عبادت نہیں؟

سوالنمبر ۲۳۔ یورپی مؤرخ مسٹر واشنگٹن ایرونگ اپنی تاریخ "لائف آف محمد اینڈ ہز سیکسرز ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲ پر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ "خلافت کے سب سے زیادہ امیدوار جناب علیؓ تھے جن کا سب سے زیادہ فطری حق تھا۔ کیا مسلمانوں کے لئے یہ امر باعثِ شرم و افسوس نہیں ہے کہ غیر مسلموں نے تو حق علیؓ تسلیم کر لیا لیکن اُمت نے نہ صرف حق علیؓ غصب کیا بلکہ چوری اس پر سینہ زوری کے مصداق ٹھہرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ غدیر میں فرمایا تھا کہ لوگو! علیؓ نے مجھ سے سب وحی (احکام) سیکھے ہیں اور خدا نے قرآن کی ہر سورۃ میں علیؓ کی تعریف کی ہے۔ علیؓ میرا خون اور میرا گوشت ہے جس نے علیؓ کا حکم نہ مانا اس پر ہمیشہ لعنت سوار رہے گی۔ خدا نے اسے بیشمار خوبیاں عطا فرمائی ہیں اس کے بعد اس کے بیٹے حسنؓ و حسینؓ

اس کے جانشین ہوں گے۔ اس خطبہ کے تمام ہونے پر حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور ابو سفیانؓ اور دیگر لوگوں نے اٹھ کر علیؓ کے ہاتھ چومے اور ان کو جانشین رسول ﷺ ہونے کی مبارک باد دی اور علیؓ کی ولایت کا اقرار کیا۔ لیکن وصال رسول ﷺ کے بعد یہ لوگ علیؓ کے خلاف ہو گئے اور علیؓ کو جانشین رسول ﷺ نہ مانا۔

جواب۔ یہ کہ آپکو تسلیم ہے کہ یہ ایک غیر مسلم (یہودی) مؤرخ کی رائے ہے کہ جناب علیؓ سب سے زیادہ خلافت کے امیدوار تھے؟ خلافت اور ولایت جیسے مسائل میں یہودیوں کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان مسائل کے اثبات کے لئے تو نص قطعی ضروری ہے۔ یہودیوں کی رائے سے جناب امیرؓ کی ولایت ثابت نہیں ہو سکتی۔

ثانیاً۔ جناب علیؓ سب سے زیادہ خلافت کے امیدوار تھے"۔ یہ یہودی کی رائے اور قول ہے۔ کسی مسلمان محقق و مؤرخ کی رائے نہیں یعنی یہودیوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ خلافت کے حقدار تھے۔ قرآن اور اُمت کا فیصلہ یہ نہیں ہے۔

ثالثاً۔ یہودی بھی امیدوار لکھ رہا ہے کہ حضرت علیؓ سب سے زیادہ امیدوار تھے نہ یہ کہ سب سے زیادہ مستحق تھے۔ استحقاق خلافت اور چیز ہے اور امیدوار بننا چیزے دیگر۔

رابعاً۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض میں بی بی صاحبہؓ سے فرمایا اپنے والد ابو بکرؓ اور بھائی (عبدالرحمٰنؓ) کو بلاؤ میں انہیں ایک تحریر لکھ دینا چاہتا ہوں تاکہ کوئی شخص کل کو امیدوار (خلافت) کی حیثیت سے پیش نہ کرے کہ میں مستحق ہوں۔ پھر فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا کسی اور انسان پر متفق نہ ہوں گے (مشکوۃ مناقب ابو بکرؓ)

اور بخاری میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مرض میں بطور مشورہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نازک ہے۔ لہذا آپ خلافت کا مسئلہ حل کروالیں۔ جواباً حضرت علیؓ نے فرمایا میں درخواست کروں اور حضور انکار فرما دیں تو پھر ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤں گا۔ لہذا میں یہ درخواست نہیں کرتا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے زیادہ مستحق خلافت تھے اور حضور صلعم نے خم غدیر پر ان کی ولایت عامہ کا اعلان بھی فرما دیا اور صحابہ کرام نے مان بھی لیا تھا تو پھر جناب امیرؓ نے اپنا حق ازراہ تقیہ (بزدلی) کیوں چھوڑ دیا تھا۔ یہ ہمارا آپ پر سوال ہے۔

سوال نمبر ۲۴۔ آر۔ بل فریزر ٹیلر اپنی جنرل ہسٹری کے ص ۲۲۹ میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ "محمد ﷺ نے اپنے داماد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر آپ ﷺ کے خسر ابو بکرؓ نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر خلافت پر قبضہ کر لیا"۔

بتایئے اس غیر مسلم کو شیعوں نے کوئی رشوت دی تھی کہ اس نے ذہنی منافقانہ رائے کا اظہار اس طرح کھول کر کیا؟

جواب۔ اولاً یہ سفید جھوٹ ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے کبھی بھی اپنے بعد بطور جانشین حضرت علیؓ کے ولی عہد (خلیفہ) ہونے کا اعلان نہیں فرمایا۔ یہ محض کافروں کا خیال اور گمان ہے۔ کسی معتبر مسلمان مؤرخ و محدث نے یہ نقل نہیں کیا۔

ثانیاً۔ معلوم ہوا کہ انعقاد خلافت کا دارومدار امت کے چناؤ پر ہے۔ من جانب اللہ مامور نہیں ورنہ فیصلہ خداوندی کے خلاف ایسا کبھی وقوع پذیر نہ ہوتا۔

مشاہدات مغرب

جاوید اقبال خواجہ
لندن

قادیانی فتنے کی نئی سرگرمی

مغربی ممالک میں پناہ گزین بوسنیا کے مہاجرین کو شکار کیا جا رہا ہے

یورپ کے مختلف ملکوں میں پناہ گزین بوسنیا کے مہاجرین کے درمیان کام کرنے والے مسلم رضا کاروں کو یوں تو بے شمار مشکلات کا سامنا ہے' لیکن انہوں نے حال ہی میں مسلمانوں کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف دلائی ہے کہ "قادیانی" بوسنیا کے مہاجرین کے درمیان نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں اور بوسنیا کے وہ مسلمان پناہ گزین' جنہوں نے ستر سال کے کمیونسٹ نظام کے بعد اب اسلام کو جاننا اور سمجھنا شروع کیا ہے' قادیانی اپنے مغربی پشت پناہوں کے تعاون سے انہیں احمدی فرقے کی اسلامی تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف بوسنیا اور کروشیا کے درمیان لڑائی سے کروشین حکام نے اس ملک میں پناہ گزین بوسنیا کے مہاجرین کی امداد کرنے والی مسلم تنظیموں کے لئے خصوصاً مشکلات پیدا کرنا شروع کر دی ہیں دوسری طرف عیسائی مشنری ادارے امدادی کارروائیوں کے نام پر بوسنیا کے مہاجرین کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کھلم کھلا کام کر رہے ہیں اور اب قادیانی بھی پوری سرگرمی سے مصروفِ عمل ہو گئے ہیں۔ ان کا خصوصی نشانہ اس وقت برطانیہ میں پناہ لئے ہوئے بوسنیا کے وہ مہاجرین ہیں جو مختلف علاقوں میں مقیم ہیں' ایک ریلیف ورکر کے مطابق' بوسنیا کے مہاجرین قدرتی طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کی طرف سے کی جانے والی امدادی کارروائیوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اسلام کے لئے ان کے نیک جذبات سے قادیانی فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں' وہ مساجد' اسلامک سینٹر اور مہاجرین کی رہائش کے علاقوں میں جا کر اپنے مسلمان ہونے کا دکھاوا کر کے ضرورت مند مہاجرین کو امداد کے نام پر اپنے فرقے کی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں۔

مسلم ریلیف کے لئے کام کرنے والے ایک رضا کار فہیم مظہری نے لندن سے شائع ہونے والے ایک مسلم ہفت روزہ کو بتایا ہے کہ حال ہی میں ایک بوسنیا کے مسلمان نے اسے بتایا کہ کچھ "احمدی مسلمان" اسے ملنے آئے تھے اور انہوں نے اس کے گھر میں ضرورت کیلئے چیزیں خرید کر مہیا کیں۔ فہیم مظہری نے جو بوسنیا کی زبان بڑی روانی سے بولتے ہیں' جب اس معاملے کی مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد کیس نہیں' قادیانی ایک انتہائی منظم منصوبے کے تحت بوسنیا کی مظلوم کمیونٹی میں کام کر رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ اسلامی تعلیمات کے بارے میں ابھی پوری طرح آگاہ نہیں اور ان پر قادیانی فرقے کی حقیقت واضح نہیں ہے۔

قادیانیوں کی ان سرگرمیوں کی مزید تحقیق پر پتہ چلا ہے کہ تقریباً ستر مہاجرین پر مشتمل گروپ کو قادیانی' اپنے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد سے' جو لندن کے نواح میں مقیم ہیں' ملاقات کے لئے لے گئے تھے' یاد رہے کہ قادیانیوں نے لندن کے جنوب میں واقع ایک قصبے Ashtead میں "اسلام آباد" کے نام سے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر رکھا ہے' جہاں سے انہیں یورپ' روس اور ایسے تمام علاقوں میں تبلیغ کرنے کی آزادی ہے' جو عام مسلمانوں کے لئے بند ہیں۔

قادیانیوں کے ایک ترجمان نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ برطانیہ میں آئے ہوئے بوسنیا کے مہاجرین کے ساتھ ساتھ سابقہ یوگوسلاویہ میں بھی پوری طرح اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور اس مقصد کے لئے انہوں نے

یوگوسلاویہ کے علاقوں میں بولی جانے والی تمام زبانوں میں "احمدی تعلیمات" کے بارے میں لٹریچر تیار کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کیا ہے۔ "مسلمان رضا کاروں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اپنی ان سرگرمیوں کی بناء پر قادیانی نہ جانے کتنی تعداد میں بوسنیا کے مہاجرین کو متاثر کر چکے ہیں۔

یورپ میں تمام مسلم تنظیموں نے قادیانیوں کی ان سازشوں پر گہرے اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ ایک طرف تو بوسنیا کے مظلوم مسلمان سرب اور کروشیا کے قدامت پرست اور کیتھولک عیسائیوں کے ہاتھوں محض اس جرم پر مار کھا رہے ہیں کہ وہ نام کے بھی مسلمان کیوں ہیں تو دوسری طرف کیہ نزم کے پنجے سے نکل کر وہ اب قادیانیوں کے پھندے میں گرفتار ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں۔

اس صورتحال کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اکثر مسلم تنظیمیں مسئلے کی سنگینی سے پوری طرح واقف ہیں لیکن وہ اس کے سدباب کے لئے عملی طور پر کچھ کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ انفرادی طور پر کچھ لوگ اور تنظیمیں بوسنیا کے مہاجرین کے درمیان امدادی اور تبلیغی کام کر رہی ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ جتنا بڑا ہے اور سنگینی جتنی زیادہ ہے' اس کے مقابلے میں یہ اکا دکا کوششیں زیادہ بارآور ثابت نہیں ہو رہیں۔ قادیانیوں کے ساتھ عیسائی تنظیمیں ایسے تمام بچوں کو اپنی پناہ میں لینے کے لئے نہایت سرگرمی سے کام کر رہی ہیں' جن کے ماں باپ لڑائی میں مارے جا چکے ہیں یا لاپتہ ہیں' بوسنیا سے آنے والے کئی بچوں کو عیسائی گھرانوں میں ٹھہرایا گیا ہے۔ اگرچہ یورپ میں مقیم مسلمان انفرادی طور پر بوسنیا کے مسلمانوں کے لئے جو کچھ بھی ان سے بن پڑا ہے کر رہے ہیں' لیکن اسلام کے نام پر قائم کی گئی بے شمار اور لاتعداد تنظیمیں اپنی اپنی سرگرمیوں میں مگن ہیں' آپس میں اتحاد اور تعاون کے فقدان اور ہر ایک کی انفرادی کوششوں کے باعث اور مسائل کی سنگینی کے عدم احساس کے سبب بوسنیا کے مسلمان مہاجرین کی پوزیشن بہت نازک ہے۔

ہفت روزہ "تکبیر" ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء

وَجدانیات

(محترم عبدالکریم صابر، ڈیرہ اسماعیل خان)

م۔ منعم کا تو ہر ایک نظر آتا ہے مشتاق	محسن کا بھی مشہور ہوا دہر میں اخلاق
و۔ وہ دولتِ ایماں ہوئی مومن کو میسّر	طیبہ میں مہیمن پہ ہوا اک عجب اشفاق
م۔ مانوس ہیں باہم یہ عجب چاروں برادر	کچھ شک نہیں ان چاروں کا دیکھا عجب الحاق
ن۔ نازش ہیں یہ سب علم میں حق گوئی میں صابر	لاریب عمل ان کا بزرگوں کے ہے مصداق

ق

"کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق"

قطعہ تاریخ

ہاتف نے کہی غیب سے تاریخ یہ صابر
وہ "خالقِ اکبرِ کونین ہے رزاق"

۱۴۱۳ھ

شفاف آئینہ

ذوالکفل بخاری

آتے آتے .... جاتے جاتے

سابق نگران وزیراعظم جناب معین قریشی کی غیر جانبداریاں، شفافیاں اور دیانت داریاں آج کل پھر موضوعِ سخن ہیں۔ وہ جب پاکستان بھجوائے گئے تو یہاں کے اخبارات میں ان کی شخصیت کو مندرجہ بالا محاسن کی بنیاد پر آئیڈیل بنایا گیا۔ وہ جس کام کے لئے بھجوائے گئے تھے بحسن و خوبی انجام پا چکا ہے۔ اب وہی اخبارات ہیں، وہی کالم نگار اور تجزیہ نگار صحافی ہیں کہ قریشی صاحب کے لگائے ہوئے زخموں کو شمار کرنے سے ہی انہیں فرصت نہیں!

پاکستان میں قریشی صاحب نے اپنے مختصر مگر "طے شدہ" قیام کے دوران کیا کیا؟۔ ذیل میں ان کے اسی "آنے جانے" اور "شفافیوں" کی ایک اجمالی جھلک پیش کی گئی ہے۔ (مدیر)

O معین قریشی صاحب نے ۳ ارب روپے کے نوٹ چھاپ کر جاتے جاتے افراطِ زر میں زبردست اضافہ **فرمایا۔**

O ان کے جانے کے بعد پاکستان کے پاس صرف دو ہفتے کے لئے زرِ مبادلہ کے ذخائر موجود ہیں۔

O ورلڈ بنک کے صدر مسٹر ولیم نے کہا ہے کہ معین قریشی ہمارے آدمی ہیں اور ہمیں ان پر فخر ہے۔ امید ہے کہ نئی منتخب پاکستانی حکومت ان کی پالیسیوں کو آگے بڑھائے گی۔

O "شفاف انتخابات" میں سندھ میں جانبدار انتظامیہ مسلط کی گئی (مسلم لیگ)

O نگران سرکار نے افسران کے تبادلوں پر ۵۰ کروڑ روپے خرچ کئے۔

O معین قریشی نے غیر ملکی انشورنس کمپنیوں کو ملک میں کام کرنے کی اجازت دی۔ وہ اس کے لئے وزیراعظم بننے سے کچھ عرصہ پہلے ہی سے کوشاں تھے۔

O "شفاف انتخابات" میں کراچی میں ایم کیو ایم کو قومی اسمبلی سے باہر رکھ کر اور صوبائی وزرائے اعلیٰ کے انتخابات کے موقع پر سرحد میں ناکام اور پنجاب میں کامیاب دھاندلی فرما کر ---- دھن اور دھونس سے استفادہ کرنے کی "شفاف مثال" قائم کی گئی۔

O بنک قرضوں کی ناجائز وصولی اور معافی کا "سد باب" کس طرح کیا گیا۔ ملاحظہ ہو --------

"خبر یہ ہے کہ نگراں حکومت نے جاتے جاتے قرضے معاف کرنے کے لئے سٹیٹ بینک کے اختیارات محدود کر دیئے ہیں۔ پہلے شیڈول بینکوں کو کوئی بھی قرضہ معاف کرنے کے لئے سٹیٹ بینک کے متعلقہ شعبے سے اجازت لینا پڑتی تھی مگر نئے احکامات کے تحت آئی ڈی بی پی، اے ڈی بی پی، فیڈرل بینک آف کوآپریٹوز اور کئی دوسرے بینکوں کو یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ اب وہ از خود نادہندگان کے قرضے معاف کر سکتے ہیں اور اس سلسلے

میں کسی حد کا تعین نہیں کیا گیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ بیرونی بینک پانچ لاکھ روپے تک کے قرضے کسی وجہ کے بغیر معاف کرسکتے ہیں، یاد رہے کہ ماضی میں اس امر کے پیش نظر کہ غیر ملکی بینک، پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کو قرضوں کے بہانے، معاوضے ادا کرنا شروع نہ کردیں، یہ پابندی رکھی گئی تھی کہ وہ پاکستان میں قرضے معاف نہیں کرسکتے لیکن اب یہ پابندی اٹھا دی گئی ہے۔ اب دنیا کا ہر بینک کسی پاکستانی کو ہر سال یا دوسرے سال، پانچ لاکھ روپے دے کر بعد میں یہ قرضہ اسے معاف کرسکتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان میں بھارت اور اسرائیل کے بینک باضابطہ کام شروع کردیں گے اور پھر لوگوں کو اندازہ ہوگا کہ یہ پابندی اٹھانے کے سیاسی مضمرات کیا ہیں؟ قرضے معاف کرنے کی یہ نئی آزادیاں ملکی شیڈول بینکوں اور نجی بینکوں کو بھی دے دی گئی ہیں۔ ان بینکوں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز پندرہ لاکھ روپے تک کے قرضے خود معاف کرسکیں گے۔

یہ خبر پڑھنے کے بعد، آپ کو میرے وہ کالم ضرور یاد آئیں گے، جن میں بارہا میں نے عرض کیا تھا کہ نادہندگان کے خلاف یہ مہم خاص مقاصد کے تحت شروع کی گئی ہے۔ مدعا وصولیابی نہیں، بلکہ پاکستانی معیشت کو پٹڑی سے اتارنے کا جو منصوبہ، سیاسی بحران پیدا کرکے شروع کیا گیا تھا، یہ اس کا ایک حصہ ہے۔ حکومت سارا زور قرضے واپس لینے کی بجائے، پاکستان کا نظام معیشت چلانے والے طبقے کو ذلیل و رسوا اور بے اعتبار ثابت کرنے پر لگا رہی تھی تاکہ دنیا میں اس کی ساکھ مجروح ہو کہ یہ لوگ دھوکے باز اور نادہندہ ہیں اور دوسری طرف اس طبقے کو اپنے ملکی حالات سے بیزار کرنا تھا کہ جہاں ان کی عزت ہی نہیں وہاں سرمایہ کاری کرنے کا فائدہ؟ جہاں تک اصل وصولی کا تعلق ہے؟ وہ ۰۰/۰۰ رہی اور اب قریباً ساری کی ساری باقی ماندہ قابل وصولی رقوم کی واپسی کے لئے جانے والے نگرانوں نے کسی قسم کی ہدایات نہیں چھوڑیں حتیٰ کہ خود سٹیٹ بینک نے جو فہرستیں شائع کی تھیں، ان میں شامل نادہندگان سے وصولی کے لئے بھی کوئی طریقہ کار وضع نہیں کیا گیا۔ یہ ساری تفصیل خود اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ میرے اس وقت کے خدشات سو فیصد درست تھے۔ اس مہم کا فوری نقصان نواز شریف کی مستعفی ہونے والی حکومت کے سیاسی نمائندوں کو ہوا، دوسرا قومی معیشت کو اور رہ گیا سوال وصولی کا؟ تو حلوہ کھانے والے اپنا کام کرکے چلتے بنے، اب لوگ جانیں اور ان کی قسمت۔"

(نذیر ناجی۔ "سویرے سویرے" روزنامہ "نوائے وقت" ملتان ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

O یعنی "نگرانوں" کو واجبات اور قرضوں کی وصولی و واپسی میں ریکارڈ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

O نگران حکومت کے اپنے وزراء بھی "نادہندہ" ثابت ہوئے مثلاً سید بابر علی (وفاقی وزیر) اور شیخ امتیاز علی (صوبائی وزیر۔۔ پنجاب)

لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی، دکھائی دی نہ سنائی دی۔

O نگران وفاقی وزیر برائے پٹرولیم تجارت وغیرہ۔۔۔۔ نثار میمن صاحب کی اسلام آباد میں رہائش گاہ کی تعمیر اور پٹرولیم کی قیمتوں میں اضافے میں ایک خاص "تعلق" کا انکشاف ہوا تو وزیر صاحب نے "صفائی" پیش فرمانے کی زحمت بھی نہ کی۔

O نگران وزیراعظم نے اپنے بھائی سلمان قریشی صاحب کو انکی مبینہ بدعنوانیوں اور خراب شہرت کے باوصف

اپنے قریب ہی مرکز میں تعینات فرمایا اور جاتے جاتے انہیں ایک "محفوظ" مقام پر (سول سروسز اکیڈمی) پہنچا گئے۔

O نگران وزیر اعظم کی دیانت و اصول پرستی کا عملی مظاہرہ اس وقت بھی ہوا جب انہیں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے اجراء اور ووٹ کے اندراج میں عظیم ترین اور شفاف ترین بے ضابطگیاں روا رکھ کر راضی رکھا گیا۔

O نگران وزیر اعظم نے آتے ہی روپے کی قیمت میں کمی فرما کر، اندرونِ ملک مہنگائی کو آسمان پر پہنچایا۔ بیرونِ ملک اس کا کوئی ٹھوس فائدہ ہنوز سامنے نہیں آسکا۔ اس سے البتہ ملک پر قرضوں کا بوجھ آپ سے آپ کئی گنا بڑھ گیا۔

O نگران وزیر اعظم نے "انتخابات کے انعقاد" کے علاوہ جتنے بھی اقدامات کئے وہ سب واضح طور پر ان کے "مینڈیٹ" سے "تجاوز" تھے۔ یہ بے اصولی اور بد دیانتی بھی حد درجہ شفاف تھی۔

O نگران حکومت نے سابق وزیر اعظم نواز شریف کا "مہنگا" طیارہ پی آئی اے کو دے کر قوم کی خدمت کی لیکن نگران صدر وسیم سجاد نے تقریباً اس طیارے کی قیمت ہی کی دنیا کی مہنگی ترین موٹر کار اپنے لئے منگوا کر قوم کی اس سے بھی زیادہ بے لوث خدمت کی۔

ایک اخبار نے اطلاع دی ہے کہ سابق نگران وزیر اعظم معین قریشی جاتے جاتے دو سو افسروں کی ترقی اور تقرر کے احکامات جاری کر گئے اور یہ تمام احکامات انہوں نے آخری تین گھنٹوں میں جاری کئے۔ ترقی پانے والوں میں ان کے بھائی بھی شامل ہیں۔ جنہیں دیگر ۱۶ افسروں کے ساتھ گریڈ ۲۲ میں پرموٹ کر دیا گیا۔ اسی طرح نگران وزیر اعظم نے امریکہ میں ٹریڈ کمشنر کی ایک نئی آسامی پیدا کر کے اس پر اپنے ایک عزیز کی تقرری کے احکامات جاری کر دیئے۔

"بعض لوگوں کو شبہ تھا کہ نگران وزیر اعظم پاکستانی شہری نہیں ہیں۔ اگرچہ معین قریشی نے پاکستانی شناختی کارڈ حاصل کر لیا تھا لیکن پھر بھی بعض لوگوں کو ان کی پاکستانی شہریت پر یقین نہ آیا۔ ہمارے خیال میں اب ان تمام لوگوں کے شبہات دور ہو گئے ہوں گے اور انہیں یقین آ گیا ہو گا کہ معین قریشی امریکہ میں ۲۵ سال گزارنے کے باوجود اندر سے پکے پاکستانی ہیں اور ان کا پاکستانی مزاج تبدیل نہیں ہوا۔" ("سر راہے"۔ "نوائے وقت" ملتان۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

امیر شریعت نمبر

O خطیب الامت، بطلِ حریت، اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر ادارہ نقیب ختم نبوت اپنی خصوصی اشاعت "امیر شریعت" نمبر (حصہ اول) پیش کر چکا ہے۔ اس نمبر کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی کہ بہت سے احباب اس کے حصول کیلئے ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ـــــ **تمام احباب اور قارئین** مطلع رہیں کہ اب ادارہ کے ذخیرہ میں بھی اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں۔

O ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان شاء اللہ جلد ہی امیر شریعت نمبر حصہ دوم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ کسی شمارہ میں شائع کر دی جائیں گی۔ (مدیر)

نو منتخب ارکانِ اسمبلیوں کے لئے لمحۂ فکریہ!
بَد عہدی کی سزا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عَنْهُمَا قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِی قَوْمٍ اِلاَّ اَلْقَی اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلاَ فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلاَّکَثُرَ فِیْهِمُ الْمَوْتُ وَلاَ نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِلاَّ قُطِعَ عَنْهُمَا لِرِّزْقُ وَلاَ حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلاَّ فَشَا فِیْهِمَا الدَّمُ وَلاَ خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلاَّ سُلِّطَ عَلَیْهِمَا الْعَدُوُّ (رواہ مالک مشکوٰۃ باب تَغَیُّرُ الناس صفحہ ۴۵۹)

پانچ قومی امراض!

O حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی قوم میں خیانت اور بد دیانتی کی عادت پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے جرأت چھین لیتا ہے (بد دیانت ہمیشہ خوف زدہ اور مرعوب رہتا ہے)

O اور جس قوم میں بدکاری زنا پھیل جائے تو اس کی نسل ختم ہونے لگ جاتی ہے (اولاد اکثر بے بنیاد بڑھتی رہتی ہے، قتلو غارت گری کی نذر ہو جاتی ہے یا برتھ کنٹرول کے عمل سے ضائع کر دی جاتی ہے)

O اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگ جائے تو اس سے خوشحالی چھن جاتی ہے۔ (ہر شخص کمر توڑ مہنگائی کے عذاب میں مبتلا نظر آتا ہے)

O اور جو قوم حق کے خلاف فیصلے کرنے لگ جائے تو اس میں کشت و خون راہ پا جاتا ہے۔ (دہشت گردی خوف و ہراس کا دور دورہ ہو جاتا ہے)

O اور جب کوئی قوم بد عہد ہو جائے تو اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

دیکھ فانی وہ تری تدبیر کی میت نہ ہو
اک جنازہ جا رہا ہے دوش پر تقدیر کے

(خادمِ مبلغ ملتان)

جماعت اسلامی سے اسلامی فرنٹ تک

جماعت اسلامی جو پہلے صرف سفید پوش تھی پھر نیلی پوش اور سبز پوش بنی اور اب کہ ہما ہمی اور گھما گھمی کا دورِ مُعینی تھا۔ اسلامی فرنٹ کے نام سے سرخ پوش بھی بنی ایٹم بم کے ماڈل کا بوجھ کار کے ماڈل کا وزنِ بے ہنگم بھی اٹھایا غنڈہ گردی کے خلاف جدوجہد اور ظلم غربت و افلاس کے خلاف جہاد کا بار گراں بھی جماعت کے جسدِ قباپوش نے اٹھایا سختیاں اور کلفتیں جھیلیں مگر عوام نے کہا

ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

سب نے مل کر سمجھایا منتیں کیں پہلے سے زیادہ دینے کے وعدے کئے اور ارشاد حقانی کے بقول لوگوں نے معذرت خواہانہ رویے اختیار کئے مگر ایک انکار استمراری تھا جو قاضی صاحب قبلہ کی زبان حق ترجمان پر ناچتا رہا اور اب الیکشن کے نتائج پڑھ، سن اور دیکھ کر قاضی صاحب نے عوام کیطرف دیکھا تو عوام نے کہا نگاہ یار سلامت! پھر یہ پیمانے؟ قاضی صاحب لیاقت بلوچ صاحب اور بہت سے قباپوشوں نے سوالیہ نگاہوں سے پھر دیکھا اور کہا ہماری نگاہ بلند تھی سخن دل نواز تھے پھر کیا ہوا؟ عوام نے کہا اس نظام کو قبول کرنے کے نتائج حق پرستوں دینِ متین کے متوالوں کے حق میں ۱۹۵۱ء بلکہ ۱۸۸۳ء سے یونہی ہیں آپ نے سبق حاصل کیوں نہ کیا بلکہ آموختہ کیوں بھلادیا؟ پروفیسر عبدالغفور صاحب نے فرمایا مگر ہم نے تو عوامی لب و لہجہ عوامی زبان و بیاں عوامی نعرے عوام کی پسند کو پسند کیا پھر بھی؟ توغیب سے آواز آئی کہ اے مسافرِ آبلہ پاسن! تونے "ون مین ون ووٹ" مانا، شخصی آزادی مانی، آزادی رائے مانی، عوام کو سرچشمۂ اقتدار مانا، مقتدرِ اعلیٰ عوام کو مانا جبکہ عوام میں یہودی نصرانی سکھ ہندو مرزائی شیعہ بالسیکی بدھمت سب شامل ہیں۔ تونے ان عوام کو اچھے انسانوں کے منتخب کرنے کا اختیار دیا حالانکہ عوام میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو زانی شرابی چور ڈاکو جھوٹے سود خور وعدہ خلاف منکر صلوٰۃ بے نماز بے روز منکر زکواۃ زکوٰۃ نہ دینے والے بے عمل سبھی شامل ہیں پھر تیرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ غیر فطری تو نہیں بلکہ اصول کے مطابق بالکل درست ہے ایسے عوام کو انہی جیسے نمائندے چاہئیں۔

ای فطرت رعنائی
پھول مہکا نہ کلی مُسکائی
مرے نغموں میں ڈوب جاتی ہے
فیض اور قاسمی کی شہنائی

مولوی صاحبان نے بھی تمہارے بڑھائے ہوئے سبق کو یاد کیا اسلاف مجاہدین کے عمل جہد کو فراموش کیا اور کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔

نتیجہ؟ اسلام پاکستان کا مسئلہ نہیں رہا کہ "از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید" دو سو گدھوں کی کھوپڑیوں کا مینار بنانے سے ایک انسان کا فکر بلند مہیا نہیں ہوتا یہ کہا ہے علامہ اقبال نے اس جمہوریت کے بارے جس سے آپ نے حلالہ و متعہ کرکے نفسی سکون پایا۔ اور امت کا سکون برباد کیا۔

زبان میری ہے بات اُن کی

طنز و مزاح — ساغر اقبالی

○ پشاور میں بے نظیر کے جلسے کی صدارت جمعیت علماء اسلام کے نائب صدر نے کی (ایک خبر)

پہلوئے شیخ میں سرکار خدا خیر کرے
بک گئے جبہ و دستار خدا خیر کرے

○ عورت کی حکمرانی جائز تو کیا بعض اوقات واجب ہو جاتی ہے (صاحبزادہ حامد علی شاہ)

صاحبزادہ شاہ صاحب! آپ بھی بیگم صاحبہ کو اپنی گدی پر بٹھائے اور اپنے جیالوں "مریدوں" میں اضافہ کیجئے۔ نسخہ "تیر" بہ ہدف ہے۔

○ قوم نے ملاؤں کو رد کر کے اچھا کیا۔ (نگران وزیر خزانہ بابر علی شاہ)

ہر ایک سفلہ و بد اصل و بد زباں سے بچو!

○ عوام بہت جلد ملک میں بڑی تبدیلی محسوس کریں گے۔ (وفاقی وزیر پیداوار بریگیڈیئر اصغر)

بے نظیر مرد بن جائیں گی۔ عورت کی حکمرانی ختم ہو جائیگی

○ فرہاد زیدی پی ٹی وی کے مینجنگ ڈائریکٹر بنا دیئے گئے۔ (ایک خبر)

گھر دیا گڈہاں تے۔ فتو ڈرائیور

○ گستاخ رسول کا قانون ختم کرنے والی جماعت کی حمایت کروں گا۔ (جے سالک)

شیطان رشدی کے خلاف تحریک چلانے والے "پتھر الاسلام، بناسپتی مولانا" کوثر نیازی، مولانا فضل الرحمٰن اور نوابزادہ نصر اللہ خان کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے؟

○ اسمبلی مہمان کے طور پر آئی ہے، جلد چلی جائے گی (مہمان سیاست دان، شاہ احمد نورانی)

انگور کھٹے ہیں!

○ ہم اپنے مؤقف سے مطمئن ہیں۔ (قاضی حسین احمد)

بی بی اور بابو بھی آپ سے مطمئن ہیں! اب کیا کرے گا قاضی؟

○ مولانا فضل الرحمٰن نے عورت کی وجہ سے اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو ووٹ نہیں دیا (ایک خبر)

الیکشن میں اتحاد کیا، وزیر اعظم تسلیم کیا۔ گڑ کھایا، گلگلوں سے پرہیز کیا۔

○ بے نظیر، مولانا سمیع الحق کے گھر پہنچ گئیں، دعائیں لینے آئی ہوں مولانا! ووٹ نہیں (بے نظیر)

"مصیبت" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ذمہ داری ڈال دی ہے اور "خوش قسمتی" یہ ہے کہ ملک کے مشائخ و

علماء مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس لیے تعاون نہیں کر سکتا۔ (مولانا نے بلائیں لیکر فرمایا)
"مصیبت اور خوش قسمتی" کا مسئلہ ہے ورنہ طبیعت تو اپنی بھی بے چین تھی۔

O میں ذاتی طور پر بڑا "پروگریسو" ہوں مگر دین کے معاملے میں بڑا سخت ہوں (سمیع الحق کا بے نظیر سے مکالمہ)
یعنی آپ کی شخصیت کے بھی دو روپ ہیں؟

O گیارہ ہزار پانچ سو گیارہ ووٹ ہماری زیادہ حوصلہ افزائی اور خوشی کی بات ہے۔ میری ساری تگ و دو سیٹ کی بجائے غلبۂ اسلام کیلئے تھی۔
(بھاری اکثریت سے ہارنے والے مفتی عبد القادر ڈیروی کی پریس کانفرنس)
بے نظیر آ چکی ہے، نواز شریف بیٹھ گیا ہے اور قاضی جا چکا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ غلبۂ اسلام؟
چُوپو، ہور چُوپو گنے، مفتی صاحب!

O مغربی جمہوریت شیطانی نظام ہے اس میں دھن اور دھونس سے ووٹ لیے جاتے ہیں۔ (مولانا فضل الرحمن)
آپ اب بھی دھوکہ کھا رہے ہیں، جمہوریت میں مشرق و مغرب کی کوئی تمیز نہیں۔ آپ ہی کی بات مان لیں تو پھر مشرقی جمہوریت کا تحفہ "ڈاٹر آف دی ایسٹ" بے نظیر قبول کیجئے۔

O اسمبلی میں پہنچنے والے نو علماء نوے ممبروں پر فوقیت رکھتے ہیں (مولانا مفتی عبد الستار)
قربان اس سادگی پر! جمہوری نظام میں یہ نو ووٹ ہی شمار ہوں گے مفتی صاحب!

O غیر اسلامی نظام میں عورت کی سربراہی کوئی مسئلہ نہیں۔ (قاضی حسین احمد)
"وہ بیک وقت چار شوہر بھی کر سکتی ہے" (عاصمہ جہانگیر)

O مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا حرام ہے (ساجد نقوی)
ابھی "ابن سبا" اور "ابن علقمی" کے جانشین زندہ ہیں۔

O پیپلز پارٹی کو حکومت بنانے کا حق ملنا چاہیے۔ (مولانا اعظم طارق)
بے نظیر شیعہ ہے، ہم شیعوں کی حکومت تسلیم نہیں کریں گے۔ (مولانا حق نواز شہید کا فرمان)

O پیپلز پارٹی کو حکومت بنانے کیلئے مسلم لیگ (ن) پر برتری حاصل ہے۔ (مولانا فضل الرحمن)
قوم کی معلومات میں گراں قدر اضافہ کرنے پر آپ شکریہ کے مستحق ہیں۔

O ہماری سیاسی بصیرت تو جواب دے گئی ہے۔ اسمبلی میں بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے (جتوئی)
"بصیرت" نام تھا جس کا، گئی جتوئی کے گھر سے!

O تمام سرکاری اداروں میں خواتین کا بیس فیصد کوٹہ مقرر کرنے کا فیصلہ (ایک خبر)
اب سرکاری ملازم چھٹیاں نہیں کیا کریں گے۔

O کھر نے اکبر بگٹی کو منانے کیلئے ان کے گھٹنے چھو لیے۔ (ایک خبر)
جمہوریت میں ووٹ کی خاطر گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے۔

O معین قریشی بھی صدارتی امیدوار ہو سکتے ہیں۔ (ایک خبر)
ظالمو! امریکی منشی پیسے وصول کرنے پھر آ رہا ہے۔ دور جشو اور جاؤ۔

(بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

روحانیت اور عوامی تحریک

(امامِ حریت مفتی عبدالرحیم پوپلزئیؒ کی روحانی زندگی کے حوالہ سے) مؤلف: ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

قیمت مجلد: ۵۰روپے ۔ عام ایڈیشن: ۲۰روپے

ناشر: علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اکیڈمی پوپلزئی روڈ۔ کوچہ مولوی عبدالحکیم پوپلزئی۔ پشاور شہر

برصغیر پاک و ہند کے جہاد آزادی میں صوبہ سرحد کے مجاہدین کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس خطہ سے حاجی صاحب ترنگ زئی، فقیر ایپی، مولانا عُزیر گل، خان عبدالغفار خاں اور مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے رجالِ کار پیدا ہوئے لیکن جو خصوصیت اور جو منزلت پوپلزئی خاندان کے حصہ میں آئی وہ اپنے رنگ میں بہت تابناک اور بہت منفرد ہے۔

مفتیٔ سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی، تحریک خلافت کے ایام میں ملک کے سیاسی افق پر نمایاں ہوئے۔ ایک مرحلہ پر انہوں نے جمعیت علمائے ہند صوبہ سرحد کا صدر بننا قبول فرمایا۔ پھر اپنی وفات (۱۹۳۳ء) تک وہ نہ صرف شریعت وطریقت کی درخشاں خاندانی روایات کی پاسداری فرماتے رہے بلکہ جنگ آزادی میں خوب خوب دادِ شجاعت دیتے رہے۔ وہ ایک ایسے "مولوی" تھے جو بیک وقت کامیاب مقرر، شیخ طریقت، جید عالم دین، قادر الکلام شاعر اور قافلہ سالار حریت تھے۔ یہ انہی کا فیضانِ نظر اور انہی کے مکتب کی کرامت تھی کہ ان کے دو صاحبزادگان (یکے بعد دیگرے) ان کے جانشین ہوئے تو علم و بصیرت اور جہد و عمل کی روایات کو زبردست بڑھاوا ملا۔ بڑے بیٹے مفتیٔ سرحد۔۔۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی شاگردی کا شرف ملا تو علم و نظر کی وسعت میں ایک خاص شان پیدا ہو گئی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات سے خاص مناسبت اور معاصر دنیا اور اس کے نظریاتی و جغرافیائی حقائق پر ان کی مدبرانہ اور حکیمانہ نگاہ، انہیں ان کے ہم استاد رفیق مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے کسی طرح بھی کم تر ثابت نہ کرتی تھی۔ ان کے خطبات اور نگارشات میں جو دقت نظر، محکمیٔ دلائل اور زبان و بیان میں جو صفائی اور شستگی پائی جاتی ہے، وہ واقعہ میں حیرت انگیز ہے۔ مدت العمر، وہ جمعیت علمائے ہند کی صف اول میں شامل رہے، قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ مگر۔۔۔ "بڑھتا ہے ذوق جرم یہاں ہر سزا کے بعد" کی مثال بنے رہے۔

اسی طرح ان کے برادر اصغر، مفتیٔ سرحد مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے صوبہ سرحد میں مجلس احرار اسلام کا ڈنکا بجایا بلکہ بقول ظفر علی خاں۔۔۔ "حریتِ ضمیر کا ڈنکا بجادیا"! وہ ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے آزادی اور اسلام کی جنگ لڑتے رہے۔ (بقیہ صفحہ ۴۷ پر دیکھیں)

عورتوں کی اسمبلی

یہ نرگس وہ نسریں یہ سنبل وہ لالہ

گلابی سی گل رخ، غزل سی غزالہ

نظر میں ستارے جبیں پر اجالا

جو دیکھے پکارے ارے مار ڈالا

نہ کیوں دل نشیں ہو یہ تقریر سادہ

کہ الفاظ کم ہیں تبسم زیادہ

سپیچوں" میں گوٹے کناری کی باتیں

بہو کی کفایت شعاری کی باتیں

پڑوسن کی پرہیز گاری کی باتیں

غرض ہر بیاہی کنواری کی باتیں

شہادت کی انگشت اقبال پر ہے

کبھی ناک پر ہے کبھی گال پر ہے

یہ انداز غیض و غضب بولتی ہیں

یہ آواز شور و شغب بولتی ہیں

نہیں بولتی ہیں تو کب بولتی ہیں

یہ جب بولتی ہیں تو سب بولتی ہیں

نہ یہ سن رہی ہے نہ وہ سن رہی ہے

یہ دل بن رہی ہے وہ جاں بن رہی ہے

کوئی گھر میں طرز بیاں چھوڑ آئی

کوئی کار میں چابیاں چھوڑ آئی

یہ ہر بحث کو درمیاں چھوڑ آئی

وہ سب فائلیں نیم جاں چھوڑ آئی

حقائق کی سنگینیوں نے صدا دی
تو یہ فاتح زندگی مسکرا دی

جو اوڑھے ہوئے شال ہے چار خانی
زمیں پر کوئی شعلہ آسمانی
ہمہ بے یقینی ہمہ بے گمانی
ذرا دیکھنا اس کی آتش بیانی
وزارت کو مارے ہے یوں گفتگو سے
کوئی ساس لڑتی ہو جیسے بہو سے

(مجید لاہوری)

مسافرینِ آخرت

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن استاد عبدالحمید صاحب کے برادر بزرگ حاجی عبدالرزاق زرگر گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ وہ حضرت امیر شریعت کے پرانے ارادت مند اور جماعت کے کارکن تھے۔

○ مجلس احرار اسلام ملتان کے نوجوان اور مخلص کارکن مستری عبدالستار صاحب کے تایا گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔

○ مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے صدر حاجی عبدالعزیز صاحب اور حافظ سعید صاحب کے والد ماجد حافظ اللہ بخش صاحب ۲۷ اکتوبر کو وفات پا گئے۔

○ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے انتہائی مخلص کارکن جناب محمد امجد بٹ ۱۳ اکتوبر کو انتقال کر گئے۔

○ مجلس احرار اسلام بہاولنگر کے کارکن جناب ریاض معاویہ صاحب کے والد ماجد محمد شفیع صاحب گزشتہ ماہ رحلت کر گئے۔

ادارہ کے تمام اراکین اپنے احباب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور تمام مرحومین کی مغفرت و بلندیٔ درجات کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اپنے ان بزرگوں اور دوستوں کیلئے دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے سیئات در گزر فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ لواحقین کو صبر عطاء فرمائے (آمین)

ادارہ

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں

"الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا"
ٹیلے اور سنڈی نے مل کر سارا کام تمام کیا

ہم سرکاری افسر تو روبوٹ بنے سب بیٹھے ہیں
"چاہیں ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا"

دفتر آکر میٹنگ کی ، اخبار پڑھا ، پھر چائے پی
بیوی کو گھر فون کیا ، پھر کرسی پر آرام کیا

دن کے وقت کچہری سے وہ بوڑھے مجرم بھاگ گئے
کھول دیں ہم نے جو ہتھکڑیاں، ہائے خیال خام کیا

آبادی کم کرنے میں کچھ اپنا بھی تو حصہ ہے
ہر جا کوڑا کرکٹ پھینکا ، بیماری کو عام کیا

ہم کو کچھ معلوم نہیں ہے پوچھو ساہُو کاروں سے
کتنے گھر ہیں گروی اب تک کتنوں کو نیلام کیا

چلہ کاٹنے ہم بھی اک دن جا بیٹھے تھے مسجد میں
رات کو رو رو صبح کیا اور دن کو جُوں تُوں شام کیا

اس کے گھر کو دیکھ کے مجھ سے بیوی جل کر کہتی ہے
اس نے پیدا دولت کی اور تونے پیدا نام کیا

سرسوں ہم کو مل نہ پائی پھرتے ہیں بے کار یونہی
جو کچھ اپنے پاس تھا تائب سب کچھ ان کے نام کیا

○

پروفیسر محمد اکرام تائب
(عارف والا)

پاکستان میں نفاذ شریعت اور جمہوری مولوی

حسنِ انتخاب

ہمارے مولوی[1] حضرات اسلامی نظام کے قرآنی پہلو سے اسی طرح بے خبر ہیں جس طرح دوسرے لوگ ہیں۔ صرف اپنی چودھراہٹ کے حصول کی خاطر مغربی جمہوری نظام کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور اس طرح اسلامی نظام اور سیکولر نظام کو آپس میں خلط ملط کر رہے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ صفر ہے۔ مملکت پاکستان میں موجودہ آئین کے تحت شریعت کا نفاذ ناممکن ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق پہلے ذہنوں کو صاف کیا جائے، پھر قرآن کے قوانین اور مستقل اقدار کے مطابق مملکت کا آئین وضع کیا جائے۔ تب جا کر پاکستان میں شریعت کا نفاذ ممکن ہوگا جس ملک کے آئین کے سرورق پر اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا ذکر ہو اور باقی سارا آئین سیکولر ہو اس میں شریعت کیسے نافذ ہو سکتی ہے؟ —— **ڈاکٹر سید عبدالودود —— اداریہ صفحہ، روزنامہ جنگ لاہور ۲۹ اکتوبر ۹۳ء**

[1] اس کا اطلاق صرف موجودہ جمہوریت زدہ مولوی پر ہی ہو سکتا ہے جس نے ووٹ کی بنیاد پر اسلام کو رسوا[illegible] کا سامان کیا ہے۔ جبکہ یہ افراد پر مشتمل ایک ٹولہ ہے۔ دین کی تبلیغ، قرآن کی تعلیم اور اصلاح [illegible] کا فریضہ ادا کرنے والے اس ذیل میں نہیں آتے۔ اسلئے کہ وہ شعوری طور پر یہ محنت کر رہے ہیں۔ اور اسلامی نظام کو یقیناً ان سے بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ (مدیر)

(بقیہ صـ ۴۲)

O میرے اختیارات چھین لئے گئے ہیں (وٹو کی شکایت)

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا
چھوٹو وٹو کا کھیل ہے روتا ہے کیا

O پیپلز پارٹی کا جشنِ فتح، جنت کا سماں، فیروز پور روڈ پر طالبات نے بھنگڑا ڈالا، بازار حسن میں طوائفوں کی لڈی اور اب راج کرے گی بے نظیر کے نعرے (ایک خبر) واہ کیا جنت ہے!

ڈھول ڈھمکا، سارے گاما پادانی دل جانی
آزو بازو مست قلندر، مست قلندر گاؤ

(بقیہ صـ ۴۳)

پوپلزئی خاندان کی سامراج دشمنی، عوام دوستی اور علمی و روحانی فیض رسانی۔۔۔ اب ہماری تاریخ کا حصہ ہے لیکن صرف یہی کافی نہیں۔۔۔ یہ "قصے" تو "گاہے گاہے باز خوانی" بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کے "مستحق" ہیں اور "مقتضی" بھی!

خوشی کی بات یہی ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے پوتے، جناب ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی کو اپنے بزرگوں کے سوانح و افکار کی اشاعت سے جو ایک خاص دلچسپی ہے، اس کا عملی اظہار وہ خوب خوب فرما رہے ہیں۔ گزشتہ دو چار برسوں میں، ڈاکٹر صاحب کی تحریک اور توجہ سے اس بات میں نمایاں پیش رفت ہوئی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی لذیذ تر حکایت کا سلسلہ دراز تر کر رہی ہے۔ کہ جس کا "اطناب"، قوم کے حق میں سراسر افادیت سے مملو ہے

غزل

عابد جی کس کس کو روئیں جو تھے اپنے جوٹ
مکھ پر ہے مسکان سبھی کے اور من بس کی پوٹ
جوگی اب کے جاپ ہے تیرا نرگن ، نر پر بھاؤ
گیان گوٹھ میں سیندھ لگی یا وِدیا میں کھوٹ
دُھول میں سب کا سانس رکے یا میلی ہو پوشاک
پوٹا پیٹ بھرا ہو جس کا ، مارے گا وہ لوٹ
تیشہ ہاتھ میں لے کر نکلے تو ہم نے یہ جانا
کیسی کیسی مورت بستی ہے پتھر کے اوٹ
برکت ایسی اٹھی جگ سے ، بھکشا کا جگ آیا
پر جا روٹی مانگ رہی ہے راجا مانگے ووٹ
مایا کے جادو نے گیان کے لکھشن بندھن توڑے
جوگی جی سے مالا چھوٹی ، سادھو سے لنگوٹ
سمے تھپیڑے کھا کے جوگی نے پایا گن گیان
پتھر ہیرا بن جاتا ہے کھا کر چو مکھ چوٹ

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابر احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل اَمر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ ——— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان ۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجد نور، تغلق روڈ ملتان ———

★ بستانِ حمیرا (مدرسۃ البنات) ——— دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ———

★ سادات اکیڈمی ——— دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ———

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———

★ مدرسہ ختمِ نبوت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———

★ دارالعلوم ختمِ نبوت ——— چیچہ وطنی ۔ فون نمبر: ۲۹۵۳ - ۲۱۱۲ ———

★ احرار ختمِ نبوت سینٹر ——— چیچہ وطنی ———

★ مدرسہ ابوبکر صدیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———

★ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ——— گڑھا موڑ ۔ فون: ۱۳۰ ———

★ مدرسۃ البنات ——— گڑھا موڑ ۔ فون: ۱۳ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوت ——— نوان چوک گڑھا موڑ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوت ——— صادق آباد، ضلع رحیم یار خان ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد ختم نبوت ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیر نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا، ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان

ترسیلِ زر کے لئے اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

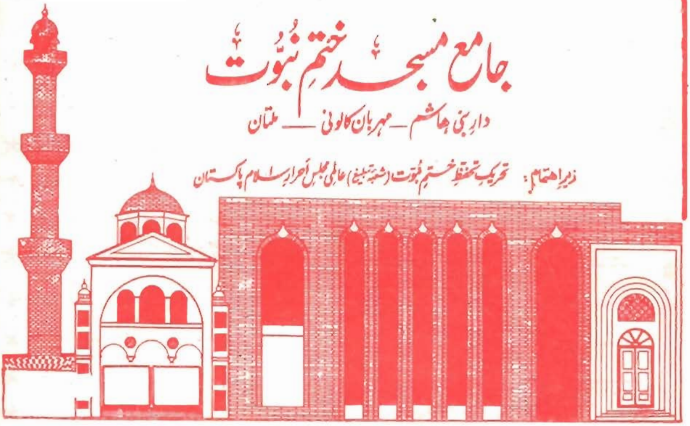

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔